مجلس انصار اللہ یوکے علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصار الدین

ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۱ء　　　اخاء، تبوک ہجری شمسی ۱۳۹۰　　　جلد ۸، شمارہ ۵

اے خدا! آج ہم تجھ سے تیری رحمت اور جلال کا واسطہ دے کر یہ دعا کرتے ہیں کہ یہ زمین جو تیرے پیارے رسول کے ماننے کا دعویٰ کرنے والوں نے اپنے ملکوں میں، اپنے مفادات اور اناؤں کی تسکین کے لئے تیرے مظلوم بندوں پر تنگ کی ہوئی ہے، یہ لوگ اسے ہمارے لئے خاردار اور جنگل بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، اپنی رحمتِ خاص سے اسے ہمارے لئے جنت بنا دے۔ ہمارے لئے اسے گل و گلزار کر دے۔ ہمیں تقویٰ میں ترقی کرنے والا بنا دے۔

خطبہ جمعہ حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (۷ اکتوبر ۲۰۱۱)

امیر صاحب یو کے محترم رفیق احمد حیات صاحب اور صدر انصاراللہ یو کے محترم چوہدری وسیم احمد صاحب نے
نمایاں پوزیشن لینے والوں میں انعامات تقسیم کیے





















﴿بسم الله الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؑ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 8 نمبر 5 ستمبر تا اکتوبر 2011ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ
وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصار اللہ:
چودھری وسیم احمد
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر : محمود احمد ملک
نائبین: نوید احمد، حبیب الرّحمٰن غوری

مینیجر: محمود علی مرزا
ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)
زاھد احمد باجوہ، شھباز احمد، ارشد محمود،
ادریس احمد بٹر، محمد اختر، عبدالواحد

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ

کیا آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں؟!

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

اداریہ

خصوصی دعا کی تحریک

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں مبعوث ہونے والے انبیاء کا استقبال بنی نوع انسان نے کبھی بھی پھولوں کے ہاروں سے نہیں کیا اور نہ ہی اُن کی پذیرائی کے لئے شاندار محرابوں کو بلند کیا۔ اس کے برعکس یہی دکھائی دیتا ہے کہ ہر نبی اپنے دعویٰ سے قبل تو اپنی قوم میں معزز تصور کیا جاتا تھا اور قوم کی امیدیں اُس کے ساتھ وابستہ ہوا کرتی تھیں مگر جوں ہی وہ یہ اعلان کرتا کہ وہ خدا تعالیٰ کا فرستادہ ہے اور اسے ایک عظیم مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے تو اس کی قوم اُس کی ایذا دہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کرتی تھی۔ سیّد الانبیاء حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد پر بھی یہی تاریخ دہرائی گئی۔ امن وسلامتی کے اس شہزادہ پر اور اس کے ماننے والوں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی۔ اگرچہ وہ اپنی قوم اور بنی نوع انسان کے لئے رحمت کا آسمانی پانی لے کر آیا تھا لیکن اُس کے خلاف ہی غیظ وغضب کی خوفناک آگ بھڑکا دی گئی۔

قرآن کریم سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نبی نے کبھی بھی ظلم کا جواب ظلم سے نہیں دیا بلکہ صبر واستقامت اور عفو کے بے مثال نمونے قائم کئے اور بالآخر کامیابی وکامرانی نے انہی برگزیدہ ہستیوں کے قدم چومے اور روشن نشانوں کے ساتھ غالب قرار پائے۔ چنانچہ اس امر کو قرآن کریم انبیاء کی سچائی کے معیار کے طور پر بھی پیش فرماتا ہے۔

یہی حال ہم نے اِس دَور میں موعود امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے بھی نظر آتا ہے۔ آپؑ کو مسلمانوں کے اِدبار کے دَور میں ایک خوشخبری کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ پس یہ ضروری تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی گذشتہ انبیاء کی طرح شدید مخالفت کی جاتی کیونکہ یہ امر آپ کی صداقت کا ثبوت بھی ہے۔

قرآن کریم اس بارہ میں مزید فرماتا ہے کہ بالآخر اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء ہی کامیاب ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ انبیاء اور ان کے پیروکار نوع بہ نوع ظلم ومصائب کا شکار بنتے ہیں اور زمین ان کے لئے تنگ کر دی جاتی ہے۔ انہیں اُن کے گھروں سے نکال دیا جاتا ہے حتیٰ کہ ان بےکسوں کو قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ پس یہی وہ حالات ہیں جن کا ہم خود آج مشاہدہ کر رہے ہیں کہ احمدیت کی دشمنی میں مخالفین کے دل رحمت سے خالی اور ظلم سے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ مظالم جنہیں نبیوں کا سردار ﷺ دنیا سے یکسر مٹانے آیا تھا آج اسی رحمت للعالمین کے نام پر وہ ستم احمدیوں پر روا رکھے جا رہے ہیں۔ آج عالمِ اسلام چاروں طرف سے خطرات میں گھرا ہوا ہے، اندرونی اور بیرونی طور پر مہیب خطرات اس پر منڈلا رہے ہیں۔ اسلامی ممالک کے سربراہوں نے اپنے ہی مسلمان عوام کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے اور لوگ بےبسی کے عالم میں دشمنانِ اسلام سے ہی مدد کے طلب گار ہیں۔ مسلمان ممالک کے نام نہاد علماء اور ان کے حکمرانوں کو احمدیت کی دشمنی کے علاوہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

دوسری طرف خدا تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق جماعت احمدیہ ایک امام کی سربراہی میں ہزار مخالفتوں کے باوجود ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے اور ہمیں کامل یقین ہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ سنّت یقیناً پوری ہوگی کہ وہ اور اُس کے رسول ہی ہمیشہ غالب آیا کرتے ہیں۔ پس دنیا کی کوئی طاقت احمدیت کی ترقی کو روک سکی ہے اور نہ انشاء اللہ روک سکے گی۔ جماعت کو خدا تعالیٰ کے وعدوں کو یاد دلاتے ہوئے اور ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 7/اکتوبر 2011ء میں خصوصی دعا کی تحریک فرمائی ہے۔ یہ خطبہ جمعہ احباب کے استفادہ کے لئے اسی شمارہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس خطبہ میں سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں کہ ”خواب میں مجھے یہ آواز آئی کہ اگر سو فیصد پاکستانی احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں تو ان حالات کا خاتمہ چند راتوں کی دعاؤں سے ہو سکتا ہے۔ میں پہلے دن سے ہی جماعت کو اپنی حالتوں کی درستی کی طرف اور دعاؤں کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ بہت توجہ کریں۔ پاکستان میں جماعت کو دعاؤں کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے“۔

پس یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ اپنے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی حالتوں میں ایک نمایاں تبدیلی لانے کی کوشش کریں اور دعاؤں کے ساتھ اپنے آقا کے سلطانِ نصیر بنیں۔ آج اسلام کی ترقی اور اس کا باطل مذاہب پر غلبہ احمدیت کے ساتھ وابستہ ہے جس کے لئے دعاؤں کی غیر معمولی ضرورت ہے۔

”پس اے خدا! آج ہم تجھ سے تیری رحمت اور جلال کا واسطہ دے کر یہ دعا کرتے ہیں کہ یہ زمین جو تیرے پیارے رسول کے ماننے کا دعویٰ کرنے والوں نے اپنے ملکوں میں، اپنے مفادات اور اناؤں کی تسکین کے لئے تیرے مظلوم بندوں پر تنگ کی ہوئی ہے، یہ لوگ اسے ہمارے لئے خاردار اور جنگل بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، اپنی رحمتِ خاص سے اسے ہمارے لئے جنت بنا دے۔ ہمارے لئے اسے گل و گلزار کر دے۔ ہمیں تقویٰ میں ترقی کرنے والا بنا دے“۔ آمین۔

درس القرآن

﴿یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ . اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا. اَ یُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ . وَا تَّقُوْااللّٰہَ . اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ﴾ (سورة الحجرات آیت 31)

''ہمارے معاشرہ میں بعض برائیاں ایسی ہیں جو بظاہر بہت چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن ان کے اثرات پورے معاشرے پر ہورہے ہوتے ہیں۔اورایک فساد برپا ہوا ہوتا ہے۔انہی برائیوں میں سے بعض کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے۔ ترجمہ ہے اس کا کہ اے لوگو جوایمان لائے ہو!ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔اور تجسس نہ کیا کرو۔اورتم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔کیاتم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔اوراللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس میں تین باتوں کا ذکر ہے لیکن اصل میں تو پہلی دو باتوں کی ہی مناہی کی گئی ہے۔تیسری برائی یعنی غیبت میں ہی دونوں آ جاتی ہیں۔کیونکہ ظن ہوتا ہے تو تجسس ہوتا ہے اس کے بعد غیبت ہوتی ہے۔تو اس آیت میں یہ فرمایا کہ غیبت جو ہے یہ مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔اب دیکھیں ظالم سے ظالم شخص بھی، سخت دل سے سخت دل شخص بھی، کبھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔اس تصور سے ہی ابکائی آنے لگتی ہے،طبیعت متلانے لگتی ہے۔

ایک حدیث ہے، ''قیس روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ چلے جارہے تھے۔آپ کا ایک مردہ خچر کے پاس سے گزر ہوا جس کا پیٹ پھول چکا تھا''۔مرے ہونے کی وجہ سے پیٹ پھول جاتا ہے،کافی دیر سے پڑا تھا۔'' آپ نے کہا بخدا تم میں سے اگر کوئی یہ مردار پیٹ بھر کر کھالے تو یہ بہتر ہے کہ وہ کسی مسلمان کا گوشت کھائے (یعنی غیبت کرے یا چغلی کرے)۔(الادب المفرد للبخاری .باب الغیبة وقول الله تعالیٰ:ولایغتب بعضکم بعضا)

تو بعض نازک طبائع ہوتی ہیں۔اس طرح مرے ہوئے جانور کو،جس کا پیٹ پھول چکا ہو،اس میں سے سخت بدبو آرہی ہو،تعفن پیدا ہورہا ہو،اس کو بعض طبیعتیں دیکھ بھی نہیں سکتیں، کجا یہ کہ اس کا گوشت کھایا جائے۔لیکن ایسی ہی بظاہر حساس طبیعتیں جو مردہ جانور کو تو نہیں دیکھ سکتیں،اس کی بدبو بھی برداشت نہیں کرسکتیں،قریب سے گزر بھی نہیں سکتیں،لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر غیبت اور چغلیاں اس طرح کررہے ہوتے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہیں۔تو یہ بڑے خوف کا مقام ہے،ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔اب یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے،کہ فرمایا اگر اس قسم کی باتیں پہلے کر بھی چکے ہو،تو استغفار کرو،اللہ کا تقویٰ اختیار کرو،اپنے رویّے درست کرو،مَیں یقیناً بہت رحم کرنے والا،توبہ قبول کرنے والا ہوں۔مجھ سے بخشش مانگو تو مَیں رحم کرتے ہوئے تمہاری طرف متوجہ ہوں گا۔بعض لوگ غیبت اور چغلی کی گہرائی کا علم نہیں رکھتے۔ان کو سمجھ نہیں آتی کہ کیا بات چغلی ہے،غیبت ہے۔ بعض اوقات سمجھ نہیں رہے ہوتے کہ یہ چغلی بھی ہے کہ نہیں۔بعض دفعہ بعض باتوں کو مذاق سمجھا جارہا ہوتا ہے لیکن وہ چغلی اور غیبت کے زمرے میں آتی ہے اس لئے اس کو مَیں تھوڑی سی مزید وضاحت سے کھولتا ہوں۔علامہ آلوسی ﴿وَلَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص دوسرے افراد سے ایسی بات نہ کرے جو وہ اپنے بارہ میں اپنی غیر موجودگی میں کئے جانے کو ناپسند کرتا ہے ......اور جو چیز وہ ناپسند کرے اس سے مراد عمومی طور پر یہ ہوگی کہ وہ باتیں اس کے دین کے بارہ میں،یا اس کی دنیا کے بارہ میں کی جائیں،اس کی دنیاوی حالت کے بارہ میں کی جائیں،اس کے مال یعنی امیری غریبی کے بارہ میں کی جائیں۔یا اس کی شکل وصورت کے بارہ میں کی جائیں،یا اس کے اخلاق کے بارہ میں کی جائیں،یا اس کی اولاد کے بارہ میں کی جائیں،یا اس کی بیوی کے بارہ میں کی جائیں،یا اس کے غلاموں اور خادموں کے بارہ میں کی جائیں،یا اس کے لباس کے بارہ میں اور اس کے متعلقات کے بارہ میں ہوں''۔(روح المعانی)

تو یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ اگر کسی کے پیچھے کی جائیں تو وہ ناپسند کرتا ہے۔اب دیکھ لیں کہ اکثر ایسی مجلسوں کا محور یہی باتیں ہوتی ہیں،دوسرے کے بارہ میں تو کررہے ہوتے ہیں لیکن اگر اپنے بارہ میں کی جائیں تو ناپسند کرتے ہیں اور پھر جب باتیں ہورہی ہوتی ہیں تو ایسے بے لاگ تبصرے ہورہے ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اگر ان کے اپنے بارہ میں یہ پتہ لگ جائے کہ فلاں فلاں مجلس میں ان کے بارہ میں بھی ایسی باتیں ہوئی ہیں تو بُرا لگتا ہے،برداشت نہیں کرسکتے،فوراً مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔اس لئے جو باتیں وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے،اپنے بھائی کے لئے بھی پسند نہ کریں۔جن باتوں کا ذکر اپنے لئے مناسب نہیں سمجھتے کہ مجلسوں میں ہوں،اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کریں کہ اس کا ذکر بھی اس طرح مجلسوں میں نہ ہو''۔(خطبہ جمعہ 26.12.04 فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

چھوٹوں پر رحم کرو اور بڑوں کے حق کو پہچانو

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَ نَاوَلَمْ یَعْرِفْ حَقَّ کَبِیْرِ نَافَلَیْسَ مِنَّا (ابوداؤد)

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص ہم میں سے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور ہم میں سے بڑوں کا حق نہیں پہچانتا۔ اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

تشریح: اس حدیث میں باہمی تعلقات کا ایک لطیف گُر بیان کیا گیا ہے۔ دنیا میں اکثر فسادات اور جھگڑے اس لئے ہوتے ہیں کہ بڑے لوگ چھوٹوں کے ساتھ شفقت اور رحم کا سلوک نہیں کرتے اور چھوٹے لوگ بڑوں کے واجبی احترام سے غافل رہتے ہیں اور اس طرح ایک ناگوار طبقاتی کش مکش کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسلام نے ایک طرف تو سرکاری عہدوں اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کے حصول میں سب کے واسطے برابر کے حقوق تسلیم کئے اور دوسری طرف سے ادب و احترام کا مضبوط پل باندھ کر سب کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ جن لوگوں کو زندگی کی جدوجہد میں دوسروں سے آگے نکلنے کا موقعہ میسّر آ جاتا ہے ان کے لئے حکم ہے کہ وہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ جب تک کہ وہ پیچھے ہیں۔ شفقت و رحم کا سلوک کریں۔ اور جو لوگ پیچھے رہ جاتے ہیں ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ آگے نکل جانے والوں کے ساتھ جب تک کہ وہ آگے ہیں واجبی ادب و احترام سے پیش آئیں۔ اس زرّیں ہدایت کے ذریعہ ہمارے آقا ﷺ نے سوسائٹی کے مختلف طبقات کے درمیان ناواجب کش مکش کی جڑھ کاٹ کر رکھ دی ہے مگر افسوس ہے کہ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ اگر کسی شخص کو کسی وجہ سے کوئی طاقت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو وہ تکبر میں مبتلا ہو کر اپنے سے نیچے کے لوگوں کو کچل دینے کا متمنی ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص زندگی کی دوڑ میں کسی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہے تو وہ حسد میں جل کر آگے نکل جانے والوں کو نیچے گرانے اور تباہ کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ اسلام کی منصفانہ تعلیم سے کوسوں دور ہیں۔

اسلام یقیناً طبقات پیدا نہیں کرتا۔ مگر جو وقتی امتیاز افراد کے دماغی قویٰ یا ذاتی جدوجہد کے فرق کی وجہ سے خود بخود طبعی رنگ میں پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ جب تک اسی قسم کے طبعی طریق پر دُور نہ ہو اسلام اس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے حقائق کو نظر انداز بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اسے اپنے نوٹس میں لا کر اس کے ناگوار نتائج کو روکنے کے لئے مناسب تدابیر اختیار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک ارشاد انہیں تدابیر کا حصہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام اس بات پر بھی زور دیتا چلا جاتا ہے کہ اس قسم کے امتیازات محض عارضی ہوا کرتے ہیں اور آج جو طبقہ نیچے ہے کل کو وہ ترقی کر کے اوپر آ سکتا ہے چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے: لایسخر قوم من قوم عسیٰ یکو نو خیراً منھم ''یعنی سوسائٹی کے کسی طبقہ کے لئے یہ جائز نہیں۔ کہ وہ کسی دوسرے طبقہ کو ادنیٰ خیال کر کے اُسے تحقیر کی نظر سے دیکھے۔ کیونکہ جو طبقہ نیچے ہے کل کو وہی طبقہ اوپر آ کر تحقیر کرنے والوں سے بہتر بن سکتا ہے''۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس حدیث میں جو صغیر اور کبیر کا لفظ آتا ہے اس سے عربی محاورہ کے مطابق ہر قسم کے چھوٹے بڑے مراد ہیں۔ خواہ یہ فرق اثر و رسوخ کے لحاظ سے ہو یا افسری ماتحتی کے لحاظ سے ہو یا دولت کے لحاظ سے یا رشتہ کے لحاظ سے ہو یا عمر کے لحاظ سے ہو۔ بہر حال جس جہت سے بھی فرق ہوگا۔ ہر بڑے کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے سے چھوٹے کے ساتھ شفقت و محبت کا سلوک کرے۔ اور ہر چھوٹے کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ اپنے سے بڑے کے ساتھ واجبی ادب و احترام سے پیش آئے۔ اور جو شخص ایسا نہیں کرتا اس کے متعلق ہمارے آقا آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ لیس منّا۔ ''وہ ہم میں سے نہیں''۔

کلام الامام علیہ السلام

جو شخص قرآن شریف کو چھوڑتا ہے سب کچھ چھوڑتا ہے

☆ ''قرآن شریف کے تیس سیپارے ہیں۔ اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں۔ لیکن ہر شخص نہیں جانتا کہ ان میں سے وہ نصیحت کونسی ہے جس پر اگر مضبوط ہو جاویں اور اس پر پورا عملدرآمد کریں تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کلید اور قوّت دُعا ہے۔ دُعا کو مضبوطی سے پکڑلو۔ مَیں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان کر دے گا۔''

(الحکم۔ 24 ستمبر 1904ء)

☆ ''جو شخص قرآن شریف کو چھوڑتا ہے سب کچھ چھوڑتا ہے۔ قرآن شریف میں سب باتیں موجود ہیں۔ اوّل آخر کے لوگوں کا اس میں ذکر موجود ہے۔ وہ معارف سے بھرا ہوا ہے اور عین اعتدال کا مذہب ہے۔ فطرت انسانی کی ہر ایک شاخ اور اس کے ہر ایک پہلو کا علاج اس میں درج ہے۔''

(تقریر جلسہ سالانہ 1906ء)

☆ ''اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے۔ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اُٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسانی جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 467۔ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

☆ ''جو شخص قرآن شریف کا پیرو ہو کر محبت اور صدق کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے وہ ظلّی طور پر خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ یہ سب نتیجہ اس زبردست طاقت اور خاصیت کا ہوتا ہے جو خدا کے کلام قرآن شریف میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ زبردست طاقت اور خاصیت کسی اور کتاب میں نہیں جو کسی قوم کے نزدیک کتاب الہامی سمجھی جاتی ہے''۔

(چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 427)

☆ ''قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جو اُس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اُس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریری ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّا آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد دوم۔ حاشیہ صفحہ 24-23)

یاد رکھو یہی مسلمان کی شان ہے اور یہی ایک احمدی کی بھی شان اور پہچان ہونی چاہئے اور ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہو

(حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

آج ہر احمدی کو مضطر بن کر دعا کرنے کی ضرورت ہے۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 7/اکتوبر 2011ء بمطابق 7/اخاء 1390 ہجری شمسی بمقام ہیمبرگ (Hamburg)۔ جرمنی

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ-
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ. اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ.
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ.

جماعت احمدیہ کی مخالفت اور احمدیوں کو تکلیفیں پہنچانا کوئی آج کا یا جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ماضی قریب کا قصہ نہیں ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کے ساتھ ہی اس مخالفت کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض قریبی جو دوستی کا دم بھرتے تھے جن کے نزدیک آپ سے زیادہ اسلام کی خدمت کرنے والا اُس زمانے میں اور کوئی پیدا نہیں ہوا تھا، لیکن جب دعویٰ سنا، جب آپ کا یہ اعلان سنا کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار مجھے کہا ہے کہ جو مسیح و مہدی آنے والا تھا وہ تم ہی ہو، اس زمانے میں بندے کو خدا سے ملانے والے اور خدا کے اس زمانے میں محبوب تم اس لئے ہو کہ آج تم سے بڑھ کر حبیب خدا سے محبت کرنے والا اور کوئی نہیں ہے، تم ہی ہو جو وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة: 4) کے مصداق ہو، تو ان سب لوگوں نے جو آپ کو اسلام کا پکا اور سچا مجاہد سمجھتے تھے کہ اس وقت زمانے میں آپ جیسی کوئی مثال نہیں ہے تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ آپ سے آنکھیں پھیر لیں بلکہ آپ کو تکالیف پہنچانے اور آپ کی ایذا رسانی کے لئے غیر مسلموں کے ساتھ مل کر، اُن لوگوں کے ساتھ مل کر جو آنحضرت ﷺ کی توہین میں پیش پیش تھے آپؑ کے خلاف قتل تک کے ناجائز مقدمات کروائے اور اُن میں بڑھ بڑھ کر اپنی گواہیاں اور شہادتیں پیش کیں۔

پس یہ مخالفت جس کا آج تک ہم سامنا کر رہے ہیں یہ کوئی جماعت احمدیہ میں نئی چیز نہیں ہے۔ آپؑ کو بذاتِ خود جب آپ کے ساتھ چند لوگ تھے، جیسا کہ مَیں نے کہا، اس ظالمانہ مخالفت سے گزرنا پڑا۔ مقدمے بھی قائم ہوئے۔ پھر آپ کی زندگی میں ہی آپ کے ماننے والوں کو دنیاوی مال و اسباب سے محروم ہونے کی سزا سے گزرنا پڑا۔ بیوی بچوں کی علیحدگی کی سزا سے گزرنا پڑا، یہاں تک کہ اپنے مریدوں میں سے دو وفا شعاروں کی زمینِ کابل میں شہادت کی تکلیف دہ اور بے چین کرنے والی خبر بھی آپ کو سننا پڑی۔ اُن میں سے ایک شہید وہ تھے جو رئیسِ اعظم خوست تھے، جن کے اپنے مرید ہزاروں میں تھے، جو بادشاہ کے دربار میں بڑی عزت کا مقام رکھتے تھے۔ پس آپ کو ایسے وفا شعار، فرشتہ صفت، بزرگ سیرت مرید کی شہادت کی خبر کا صدمہ سہنا پڑا۔ آپ نے اس شہید کی شہادت پر تفصیل سے ایک کتاب ''تذکرۃ الشہادتین'' لکھی۔ اُس میں اُن کی نیکی، تقویٰ، قبولِ احمدیت اور سعادت اور غیر معمولی ایمانی حالت کا ذکر کرنے کے ساتھ شہادت کے واقعات بھی مختلف خطوط سے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُن کے مریدوں نے لکھے تھے اُن میں سے خلاصۃً لے کر اُن واقعات کا بھی ذکر کیا، اور آخر میں آپ فرماتے ہیں کہ:

''اے عبد اللطیف! تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا''۔ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60)

پھر اُسی کتاب میں آپؑ ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس قسم کا ایمان'' (یعنی حضرت صاحبزادہ عبد اللطیف جیسا ایمان) ''حاصل کرنے کے لئے دعا کرتے رہیں، کیونکہ جب تک انسان کچھ خدا کا اور کچھ دنیا کا ہے تب تک آسمان پر اُس کا نام مومن نہیں''۔ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60)

پس یہ دعا ہے جو ہر احمدی کو کرنی چاہئے اور اس کے مطابق اپنے عملوں کو ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ہم جانتے ہیں کہ انبیاء کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ اُن پر، اُن کے ماننے والوں پر سختیاں اور تنگیاں وارد کی گئیں اور یہاں تک کہ ہمارے آقا و مولیٰ محبوب خدا حضرت محمد مصطفی ﷺ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کی خاطر میں نے زمین و آسمان پیدا کئے، آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو بھی ان مصائب

سے اور تکالیف سے گزرنا پڑا۔ تاریخ اکثر لوگ پڑھتے ہیں پتہ ہے، علم ہے۔ مال، اولاد کی قربانی کے ساتھ سینکڑوں کو جان کی قربانی دینی پڑی۔

پس جب بھی جماعت پر ابتلا کے دور کی شدت آتی ہے انبیاء کی تاریخ اور سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا دور ہمیں استقامت کے نمونے دکھانے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور ساتھ ہی اس یقین پر بھی قائم کرتا ہے کہ یہ ابتلا اور امتحان کے دور آئندہ غلبہ کی راہ ہموار کرنے کیلئے آتے ہیں۔ ہمیں ایمان میں ترقی کی طرف بڑھاتے چلے جانے کیلئے آتے ہیں۔ ہمیں خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مزید مضبوط کرتے چلے جانے کیلئے آتے ہیں۔ ہمیں دعاؤں کی طرف توجہ دلانے کیلئے آتے ہیں۔ بیشک صحابہ رضوان اللہ علیہم نے جان، مال، وقت کی قربانیاں اسلام کی ترقی کے راستے میں دینے سے دریغ نہیں کیا لیکن اسلام کا غلبہ اور فتوحات صرف اس امتحان کا نتیجہ نہیں تھیں بلکہ اُن مسلمانوں کا جو خدا تعالیٰ سے خاص تعلق تھا، دعاؤں کے لئے جس طرح خدا تعالیٰ کے آگے جھکتے تھے، اور سب بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو رات کو اپنی دعاؤں سے عرش کے پائے ہلا دیا کرتے تھے اُس نبی کی دعائیں جو خدا تعالیٰ میں فنا ہو چکا تھا، جس نے اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کے لئے قربان کر دیا تھا، اصل میں اُس فانی فی اللہ کی دعاؤں نے وہ عظیم انقلاب پیدا کیا تھا۔ لیکن کیا اللہ تعالیٰ کے اس پیارے کی دعاؤں کی قبولیت کے ذریعے اسلام کی تاریخ کا غلبہ اور فتوحات کا زمانہ صرف پچاس ساٹھ سال یا پہلی چند صدیوں کا تھا؟ یقیناً نہیں۔ آپؐ جب تا قیامت خاتم الانبیاء کا لقب پانے والے ہیں تو یہ غلبہ بھی تا قیامت آپ کے حصے میں ہی آنا تھا۔ بیشک ایک اندھیرا زمانہ بیچ میں آیا اور گزر گیا لیکن آخرین کے ملنے سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے جانے کے بعد پھر وہ دور شروع ہونا تھا جس نے اسلام کی ترقی کے وہی نظارے دیکھنے تھے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے دیکھے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے سب سے بڑھ کر اور پھر اُس کے بعد تابعین نے، وہ لوگ جنہوں نے صحابہ سے فیض پایا اور پھر وہ لوگ جنہوں نے اُن سے فیض پایا، اُن سب کا انحصار سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی ذات پر تھا، نہ کہ اپنی کوششوں پر، اور اس کیلئے وہ دعاؤں پر زور دیتے تھے، اپنی راتوں کو دعاؤں سے سجاتے تھے۔

پس آخرین کے دور میں تو خاص طور پر جب تلوار کی جنگ اور جہاد کا خاتمہ ہو گیا، دعاؤں کی خاص اہمیت ہے اور اس کو ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ بیشک یہ زمانہ علمی جہاد کا ہے اور براہین اور دلائل کی اہمیت ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان براہین و دلائل سے جماعت کو لیس کر دیا ہے اور دنیا کا کوئی دین اسلام کی، قرآن کی عظیم الشان تعلیم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن اصل یہی ہے کہ علم و براہین بھی تب کام آئیں گے جب اللہ تعالیٰ کا فضل ہو اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کے لئے اُس کے حضور جھکنا اور دعاؤں کا حق ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔

اس وقت جماعت احمدیہ جہاں دوسرے مذاہب کے سامنے اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے سینہ سپر ہے اور دونوں طرف سے ظاہری اور چھپے ہوئے مخالفین کا سامنا کر رہی ہے۔ دنیا کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوبصورت چہرہ اور آپ کی سیرت کے حسین پہلو پیش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ دشمن کے آپؐ پر حملوں کے نہ صرف جواب دے رہی ہے۔ بلکہ آپؐ پر اعتراض کرنے والوں کو اُن کا اپنا چہرہ بھی دکھا رہی ہے۔ قرآنِ کریم پر اعتراضات کے جواب دے رہی ہے۔ بلکہ قرآنِ کریم کی برتری دنیا کی دوسری مذہبی کتابوں پر ثابت کر رہی ہے۔ چند سال پہلے جب یہاں جرمنی میں ہی پوپ نے اسلام اور قرآنی تعلیم پر اعتراض کیا تھا تو مَیں نے جرمنی کی جماعت کو کہا تھا کہ اُس کا جواب کتابی صورت میں شائع کریں اور جرمن جماعت کے بہت سارے لوگوں نے مل کے یہ جواب تیار کیا اور اللہ کے فضل سے بڑا اچھا جواب تیار کیا۔ کسی اور مسلمان فرقے کو اس طرح تفصیلی جواب کی بلکہ مختصر جواب کی بھی توفیق نہیں ہوئی۔ پھر امریکہ میں جو پادری اسلام کی تعلیم کے خلاف بڑا شور مچاتا رہتا ہے، اس کے علاوہ بعض اور جو اسلام پر اعتراض کرنے والے ہیں اور لکھنے والے ہیں، اُن کے اعتراضات کے جواب دیئے، اُن کو چیلنج دیا لیکن مقابلے پر نہیں آئے۔ ہالینڈ، ڈنمارک وغیرہ میں اعتراضات کے جواب دیئے بلکہ اُن کو اُن کا آئینہ دکھایا کہ وہ کیا ہیں۔ پس اسلام مخالف طاقتوں سے تو ہم نبرد آزما ہیں ہی لیکن اس کے ساتھ ہمارے اپنے بھی ہمارے مخالف ہیں اور مخالفت میں تمام حدوں کو پھلانگ رہے ہیں۔ مسلمان کہلا کر پھر اسلام اور آنحضرت ﷺ کی ناموس کے نام پر آپ کے عاشقِ صادق پر ظالمانہ حملے کر رہے ہیں۔ آپ کی جماعت پر ظالمانہ اور بہیمانہ حملے کر رہے ہیں اور پاکستان کے نام نہاد علماء اس میں سب سے پیش پیش ہیں، آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تذکرۃ الشہادتین میں یہ لکھا ہے کہ امیرِ کابل بھی مولویوں سے خوفزدہ ہے اور مولویوں کے کہنے پر صاحبزادہ صاحب کی شہادت بھی ہوئی۔ شاید اُس کے دل میں اُن کا کوئی احترام تھا۔ باوجودیکہ وہ وہاں کا بادشاہ تھا مگر اس امیر کی ڈور اُن مولویوں کے ہاتھ میں تھی۔ (ماخوذ از تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 60) بعینہٖ اسی طرح آج پاکستان میں حکومت اور اس کی وجہ سے عوام بھی، کیونکہ عوام تو خوفزدہ رہتے ہیں، ان ظالم علماء کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ یا یہ حکومتی کارندے اکثر وہ لوگ ہیں جو اِن مولویوں کی انسانیت سوز باتوں کو ماننے پر مجبور ہیں۔ بہر حال آج پاکستان میں بسنے والا احمدی صرف اپنی جان و مال کے نقصان کی وجہ سے ہی پریشان نہیں ہے یا فکر مند نہیں ہے۔ بہت سے احمدی لکھتے ہیں کہ اب تو لگتا ہے کہ یہ ہماری زندگیوں کا

حصہ ہے۔ ہم تو اپنی جانیں ہتھیلی پر لئے پھر رہے ہیں۔ اب تو یہ معمول بن گیا ہے۔ یہ خوف تو کوئی اتنا زیادہ نہیں رہا لیکن ہمیں زیادہ بے چین کرنے والی چیز یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق انتہائی نازیبا الفاظ میں اشتہار چھاپ کر تقسیم کرتے ہیں۔ بڑے بڑے پوسٹر لگاتے ہیں اور سرکاری عمارتوں پر لگا دیتے ہیں بلکہ نازیبا تو ایک عام لفظ ہے، انتہائی گھٹیا اور لچر الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کو ایک شریف آدمی پڑھ اور سُن بھی نہیں سکتا۔ یہ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ جو ہیں، یہ اشتہارات جو شائع ہوتے ہیں یہ ہمارے نقصانوں سے زیادہ ہمارے دلوں کو زخمی کرنے والے ہیں۔ ہمیں بے چین کر رہے ہیں۔ یہ گندی زبان لاؤڈ سپیکروں پر سُن کر اور گندہ لٹریچر دیکھ کر ہمارا دل خون کے آنسو روتا ہے اور جب حکومتی کارندوں اور اربابِ حکومت کو کہو تو یا سُن کر دوسرے کان سے اُڑا دیتے ہیں یا پھر کہہ دیتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے، مجبوریاں ہیں۔ بہر حال صبر اور حوصلے کی بڑی عظیم اور نئی داستانیں ہیں جو پاکستان میں رہنے والے احمدی رقم کر رہے ہیں۔

پس ان صبر کے جذبات کو نتیجہ خیز بنانے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے آگے جھک جائیں۔ دعاؤں سے اپنی سجدہ گاہیں تر کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کے عرش کے پائے ہلانے کے لئے وہ حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے لئے فتوحات کے دروازے کھول دیئے تھے۔ آج دعائیں ہی ہیں جو ہمارے دلوں کو ان لوگوں کے چرکے لگانے اور حملوں سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ یہ دعائیں ہی ہیں جو ہمیں ان لوگوں سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ مخالفین کی اسلام کے نام پر، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر، احمدیت دشمنی میں جس قدر تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اُسی قدر تیزی سے ہمیں دعاؤں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہونی چاہئے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جلد جذب کرنے والے بنیں۔

پاکستان میں رہنے والے احمدیوں کو مَیں خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ دعاؤں کی طرف، صرف عام دعائیں نہیں بلکہ خاص دعاؤں کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ دیں بلکہ ان دعاؤں کے ساتھ ہفتے میں ایک نفلی روزہ بھی رکھنا شروع کر دیں۔ اسی طرح دنیا میں بسنے والے پاکستانی احمدی بھی اپنے پاکستانی احمدی بھائیوں کے لئے بہت زیادہ دعائیں کریں۔ اسی طرح دنیا بھر کے احمدی بھی جو پاکستانی نہیں ہیں اپنے پاکستانی احمدی بھائیوں کے لئے بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ان ظلم کرنے والوں کی جلد صفیں لپیٹ دے تا کہ ملک میں جلد امن و سکون قائم ہو سکے، تا کہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے متعلق جھوٹ اور مغلظات کے جو طومار باندھے جا رہے ہیں اُن کا خاتمہ ہو اور ملک بچ جائے ورنہ ملک کے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں۔ یقیناً پاکستانی احمدیوں کا یہ حق ہے کہ اُن کے لئے غیر پاکستانی احمدی بھی دعائیں کریں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام آپ تک پہنچایا ہے۔ یقیناً جب اضطراری کیفیت میں دعائیں کی جائیں تو خدا تعالیٰ سنتا ہے اور آج جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف دریدہ دہنی کی انتہا ہو رہی ہے، اس سے زیادہ اور کونسی تکلیف ہے جو ہم میں اضطرار پیدا کرے گی۔ پس آج ہر احمدی کو مضطر بن کر دعا کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مضطر کی دعا خدا تعالیٰ کبھی ردّ نہیں کرتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''خدا تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں ایک جگہ پر اپنی شناخت کی یہ علامت ٹھہرائی ہے کہ تمہارا خدا وہ خدا ہے جو بیقراروں کی دعا سنتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے، اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (سورۃ النمل آیت: 63)''۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد نمبر 14 صفحہ 259-260)

پھر فرماتے ہیں: ''یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آ جاوے تو ان باتوں کے واسطے اُس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالتِ اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے جیسا کہ فرمایا اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ.....''۔

(ملفوظات جلد نمبر 5 صفحہ 455 مطبوعہ ربوہ۔ ایڈیشن 2003ء)

پس آج ہر احمدی کو خاص طور پر اضطراری حالت میں یہ دعائیں کرنی چاہئیں اور پھر پاکستان کے احمدیوں کو تو پاکستان کے حالات کے حوالے سے خاص طور پر بہت زیادہ کرنی چاہئیں۔ احمدیوں پر ظلم کی انتہا سے نجات کے لئے بہت زیادہ اور اضطراب سے دعاؤں کی ضرورت ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا پاکستان کے رہنے والے بعض احمدی تو، تمام نہیں، اس اضطراب کا اظہار بعض جگہ کر بھی رہے ہیں۔ اس کا مزید اظہار ہونا چاہئے۔ مزید اس کا اظہار کریں اور ہر احمدی خالص ہو کر ظالموں اور ظلموں سے نجات کے لئے دعا کرے۔ یہی ہمارے ہتھیار ہیں اور اسی کی طرف بار بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں توجہ دلائی ہے۔ مجھے یاد ہے خلافتِ رابعہ میں جب مَیں ربوہ میں تھا تو خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے ناظرِ اعلیٰ مقرر کر دیا تھا۔ پاکستان کے حالات کے متعلق اُس وقت دعا کی، حالانکہ اُس وقت حالات آجکل کے حالات کے عُشرِ عشیر بھی نہیں تھے، کوئی نسبت بھی نہیں تھی تو خواب میں مجھے یہ آواز آئی کہ اگر سو فیصد پاکستانی احمدی خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائیں تو ان حالات کا خاتمہ چند راتوں کی دعاؤں سے ہو سکتا ہے۔

مَیں پہلے دن سے ہی جماعت کو اپنی حالتوں کی درستی کی طرف اور دعاؤں کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ بہت توجہ کریں۔ پاکستان میں جماعت کو دعاؤں کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ لاشعوری طور پر میرا ہر مضمون

اسی طرف پھر جاتا ہے۔ پس یہ تو یقینی بات ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو خدا تعالیٰ کا غلبے کا وعدہ ہے وہ تو پورا ہونا ہی ہے اور نہ صرف پورا ہونا ہے بلکہ ہو رہا ہے۔ اس وعدہ کے پورا ہونے کا نظارہ ہم پاکستان میں بھی دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے باوجود نامساعد حالات کے وہاں جماعت ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ دشمن کا ہر حربہ اور ہر حملہ جس شدت اور جس نیت سے کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے دشمن کو وہ نتائج حاصل نہیں کرنے دیتا۔ دشمن کے بڑے خطرناک عزائم ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ محض اور محض اپنے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی حفاظت فرماتا چلا جارہا ہے لیکن یہ ابتلا ہمیں اس طرف شدت سے راغب کرنے والے ہونے چاہئیں کہ ہم پہلے سے بڑھ کر خالص ہو کر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں۔ ہمارا ہر بچہ، جوان، بوڑھا، مرد اور عورت اپنے نفسانی جذبات وخواہشات کو پرے پھینک کر اللہ تعالیٰ کے حکموں کے آگے مکمل طور پر گردن جھکا کر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی مکمل کوشش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائے تو پھر یہ ظالم اور ظلم ہماری آنکھوں کے آگے انشاء اللہ تعالیٰ فنا ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے تو انشاء اللہ تعالیٰ غالب آنا ہے لیکن اس تقدیر کے غالب آنے میں جلدی یا دیر بعض دفعہ بندوں کے اعمال اور دعاؤں پر بھی منحصر ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ایک نسل کو بھی انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ یہ اشارہ کرے کہ مَیں نے تو اس کام کو کرنا ہی ہے لیکن اگر تمہیں جلدی ہے تو پھر اپنے اندر اس فیصلہ کے، جو مَیں نے مقدر کیا ہوا ہے، جلد پورا کرنے کے لئے ایک انقلاب پیدا کرو، اپنی طبیعتوں میں ایک انقلاب پیدا کرو تو ہمیں خدا تعالیٰ کے پیغام کو سمجھنا چاہئے۔

پس آئیں اور آج اپنی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے عرش کے پائے ہلانے کی کوشش کریں۔ ہم میں سے ہر ایک خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جو یقیناً ہمارے لئے جوش میں ہے پہلے سے بڑھ کر جوش میں آئے اور ہمیں ان ظالموں سے نجات دلوائے۔ اگر سو فیصد میں انقلاب پیدا نہیں ہوتا تو ہمارے میں سے اکثریت میں اگر یہ انقلاب پیدا ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم پہلے سے بڑھ کر فتوحات کے نظارے دیکھیں گے۔

اللہ کرے کہ ہم دعا کی روح کو سمجھنے والے اور اس کے آداب کو بھی مدّنظر رکھنے والے ہوں تا کہ خدا تعالیٰ کے فضل کو جلد سے جلد جذب کرنے والے بن سکیں۔ کبھی یہ احساس ہمارے دل میں نہ آئے کہ ہم اتنی دعائیں کر رہے ہیں پھر بھی خدا تعالیٰ قبول نہیں کر رہا یا وہ نظارے نہیں دکھا رہا۔ اوّل تو اللہ تعالیٰ دعائیں قبول فرما رہا ہے۔ بلکہ ہماری معمولی دعاؤں کو، ہماری معمولی کوششوں کو اپنی رحمتِ خاص سے اتنے پھل لگا رہا ہے کہ اُنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین بڑھتا ہے۔ ایک تو جیسا کہ میں نے کہا کہ پاکستان میں جس طرح دشمن کے منصوبے ہیں اور اُن میں روز بروز جس طرح تیزی آرہی ہے اس کے مقابلے میں اُن کی کامیابی کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر پاکستان میں ہی جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان میں ترقی کر رہی ہے اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کے بیشمار فضل ہیں جو وہ دیکھ رہی ہے اور پھر دنیا میں جس طرح اللہ تعالیٰ جماعت کو متعارف کروا رہا ہے اور ترقیات دکھا رہا ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ہماری معمولی کوششوں اور معمولی دعاؤں کے پھل ہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر کسی کے ذہن میں یہ ہلکا سا بھی شائبہ ہے کہ نعوذ باللہ ہماری دعائیں اللہ تعالیٰ نہیں سنتا تو اُسے استغفار کرنی چاہئے اور یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور ہمارا کام مالک سے مانگتے چلے جانا ہے۔ اس کے بھی کچھ آداب ہیں اور یہ آداب ادا کرنا ہمارا کام ہے جنہیں ہم نے پوری طرح ادا کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا کے آداب کے بارہ میں ہمیں خاص طور پر توجہ دلاتے ہیں۔ آپ نے ہمیں بتایا کہ دعا کرتے ہوئے کبھی تھک کر مایوس نہیں ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ پر کبھی بدظنی نہیں کرنی چاہئے کہ وہ سنتا نہیں۔ ایک تو دعاؤں کی قبولیت قانونِ قدرت کے تحت اپنا وقت لیتی ہے، دوسرے قبولیت کے نظارے ضروری نہیں کہ اُسی صورت میں نظر آئیں جس صورت میں دعا میں مانگا جا رہا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور صورتوں میں اپنے پیار کا اظہار فرماتا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد نمبر2 صفحہ 693 مطبوعہ ربوہ۔ ایڈیشن 2003ء)

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ دنیا کی ترقیات میں، پاکستان کے احمدیوں کی قربانیوں اور دعاؤں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ تیسری یہ بات کہ بندے کو اپنے حال پر بھی غور کرنا چاہئے کہ کیا اُس نے خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے سر کو اللہ تعالیٰ کے آستانے پر جھکایا ہے؟ پس غور کریں گے تو قصور بندے کا ہی نکلے گا۔

پھر ایک جگہ دعا کے آداب کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: "خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے ادب کا ہونا ضروری ہے اور عقلمند جب کوئی شے بادشاہ سے طلب کرتے ہیں تو ہمیشہ ادب کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اسی لئے سورۃ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ کس طرح مانگا جاوے اور اس میں سکھایا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ:2)۔ یعنی سب تعریف خدا کو ہی ہے جو ربّ ہے سارے جہان کا۔ الرَّحْمٰن۔ یعنی بلا مانگے اور سوال کئے کے دینے والا۔ الرَّحِيْم۔ یعنی انسان کی سچی محنت پر ثمراتِ حسنہ مرتب کرنے والا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (الفاتحہ:4)۔ جزا سزا اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے رکھے چاہے مارے"۔ فرمایا "اور جزا سزا آخرت کی بھی اور اس دنیا کی بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے"۔ ایک جزا سزا اس دنیا کی ہے اور ایک آخرت کی، دونوں اُسی کے ہاتھ میں ہیں۔ فرمایا کہ "جب

اس قدر تعریف انسان کرتا ہے تو اُسے خیال آتا ہے کہ کتنا بڑا خدا ہے جو کہ ربّ ہے، رحمٰن ہے، رحیم ہے۔ اُسے غائب مانتا چلا آرہا ہے''۔ یعنی یہ دعا جب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر ایمان بالغیب ہوتا ہے'' اور پھر اُسے حاضر ناظر جان کر پکارتا ہے''۔ یہ پہلی حالتیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں ان پر ایمان بالغیب ہوتا ہے اور اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ کو وہ حاضر ناظر جانتا ہے، اپنے سامنے بیٹھا ہوا دیکھتا ہے اور پھر پکارتا ہے کہ'' اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (الفاتحہ:5-6)۔ یعنی ایسی راہ جو کہ بالکل سیدھی ہے اس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے۔ ایک راہ اندھوں کی ہوتی ہے کہ محنتیں کر کے تھک جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ نہیں نکلتا اور ایک وہ راہ کہ محنت کرنے سے اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ پھر آگے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (الفاتحہ:7) یعنی اُن لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا اور وہ وہی صراط مستقیم ہے جس پر چلنے سے انعام مرتب ہوتے ہیں۔ پھر غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ ۔ نہ اُن لوگوں کی جن پر تیرا غضب ہوا اور وَ لَاالضَّآلِّیْنَ ۔ اور نہ اُن کی جو دُور جا پڑے ہیں''۔ (ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 679-680 مطبوعہ ربوہ۔ ایڈیشن 2003ء)

پس دعا کے آداب کا بھی ہمیں کچھ پتہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات جو ربّ، رحمان، رحیم، مالک یوم الدین ہے اُن پر کامل ایمان ہو اور جب ان صفات پر کامل اور مکمل ایمان ہوگا تو پھر ہی عبادت اور دعا کی طرف توجہ ہوتی ہے اور بندہ عاجزی سے اُس سے مدد کا طلبگار ہوتا ہے۔ اُن انعامات کے حصول کیلئے اُسے پکارتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ اپنے خالص بندوں کو نوازتا ہے۔ یہ خوف رہنا چاہئے کہ میرا کوئی فعل کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والا نہ ہو۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خشیت دل میں قائم ہو۔ ہمیشہ ایک عاجز بندہ اس کوشش میں ہوتا ہے کہ کبھی مَیں اپنے خدا سے دُور نہ ہوں۔ کبھی وہ وقت نہ آئے جب مَیں خدا کو بھلانے والا بنوں۔ پس جب ایسی حالت ہوتی ہے تو دعائیں قبول ہوتی ہیں اور انعامات نزدیک کر دیئے جاتے ہیں، فتوحات کے نظارے دکھائے جاتے ہیں، دشمن کی تباہی اور بربادی نظر آتی ہے۔

پس جیسا کہ مَیں نے کہا آئیں اب پہلے سے بڑھ کر اپنے ایمان کو مضبوط کریں، خالص ہو کر اُس کے آگے جھکیں۔ اگر ہمارا دشمن انتہا تک پہنچ گیا ہے تو ہم بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مصرعے کے مصداق بننے کی کوشش کریں کہ 'نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں'۔ (درثمین اردو، بشیر احمد، شریف احمد اور مبارکہ کی آمین صفحہ 58۔ الحکم 10 دسمبر 1901ء شمارہ نمبر 45 جلد نمبر 5 صفحہ 3 کالم نمبر 2)

یقیناً جب ہم اپنے خدا کی مدد اُس میں ڈوب کر اُس سے مانگیں گے تو وہ دوڑتا ہوا آئے گا اور ہمارے مخالفین کو تباہ و برباد کر دے گا۔ اگر ایک بندہ جو اللہ تعالیٰ سے خالص تعلق رکھنے والا تھا بادشاہ کے درباریوں کو رات کے تیروں سے، رات کی اُن دعاؤں سے جو عرش کے پائے ہلا دیا کرتی ہیں، اُن دعاؤں سے شکست دے سکتا ہے اُنہیں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے، اُن درباریوں کو یہ کہنے پر مجبور کر سکتا ہے کہ ہم ان تیروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ (ماخوذ از تعلق باللہ صفحہ نمبر 2-3 تقریر حضرت مصلح موعودؓ جلسہ سالانہ 28 دسمبر 1952ء) تو یقیناً ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری دی تھی کہ مَیں تیرے اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں۔ (تذکرہ صفحہ نمبر 630 مطبوعہ ربوہ ایڈیشن چہارم 2004ء)۔ اگر ہم دعائیں کریں گے، رات کے تیروں سے دشمن کا مقابلہ کریں گے تو یقیناً ہماری کامیابی ہے۔ لیکن شاید اُن درباریوں کے اندر کوئی نیکی کی رمق تھی جس کی وجہ سے اُن درباریوں نے اُس بزرگ کو رات کے تیروں کے خوف سے تنگ کرنا، خوف کی وجہ سے تنگ کرنا چھوڑ دیا اور اپنی جگہ بدل لی، گانے بجانے چھوڑ دیئے۔ لیکن ان لوگوں کو جو آج مولوی کہلاتے ہیں، علماء کہلاتے ہیں، جو رسول کے نام پر، اُس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو رحمت للعالمین ہے، ظلم کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں اِن میں تو کوئی نیکی کی رمق نہیں ہے۔ انہیں تو نہ خدا پر یقین ہے نہ رسول پر یقین ہے۔ اِن سے تو کوئی بہتری کی امید نہیں کی جا سکتی۔ ان کا مقدر تو اب لگتا ہے کہ صرف تباہی ہے جو صرف اور صرف ہمارے رات کے تیروں سے ہو سکتی ہے۔ ہم اُس مسیح محمدی کے غلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے تسلی دی تھی، جیسا کہ مَیں نے کہا کہ، ''مَیں تیرے اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں''۔ پس جب ہم اپنے پیارے خدا کو خالص ہو کر پکاریں گے، اپنی راتوں کے تیروں کو دشمن پر چلائیں گے تو یقیناً خدا اپنی قدرت کے خاص نشان دکھائے گا۔ پس دعا ایک ایسا ہتھیار ہے کہ اگر کوئی اس سے کامل یقین اور خالص ہو کر کام لے تو کوئی اس کے مقابلے پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اور اُس کے فرستادے ہیں اور وہ عظیم ہستی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں اس زمانے میں بندے کو خدا سے ملانے کے لئے آئے تھے تو پھر اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آپ سے جو وعدے ہیں وہ پورے ہوں گے اور ضرور پورے ہوں گے انشاء اللہ۔ کیونکہ ہمیں اس بارے میں ہلکا سا بھی شک نہیں کہ نعوذ باللہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے پورے نہیں فرماتا۔ وہ اپنے وعدے پورے فرماتا ہے اور ضرور فرماتا ہے، وہ سچے وعدوں والا ہے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے لے کر آج تک مخالفتوں کی آندھیاں چلتی رہی ہیں یہاں تک کہ ایک وقت میں خلافتِ ثانیہ میں قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کی احراریوں نے بڑ ماری تھی۔ پھر ایک شخص نے حکومت کے نشے میں جماعت احمدیہ کے ہاتھوں میں کشکول پکڑانے کی بڑ ماری تھی۔ پھر کسی نے اپنی حکومت کے نشے میں احمدیت کو کینسر کہہ کر اُسے جڑ سے اکھیڑنے کی قسم کھائی تھی لیکن نتیجہ کیا ہوا کہ آج

احمدیت دنیا کے دوسو ممالک میں پھیل چکی ہے۔ پس یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا پیارا سلسلہ ہے جس نے اپنے پیارے کو اس زمانے میں بھیج کر اسلام کی آبیاری کے لئے اس سلسلے کو جاری فرمایا ہے۔ اور ہر آن ہم اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے دیکھتے ہیں۔ پس اگر فکر کی کوئی بات ہوسکتی ہے تو یہ نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے سچے اور فرستادے نہیں۔ یا یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنے وعدوں کو نعوذ باللہ پورا نہیں فرمار ہا بلکہ فکر صرف اس بات پر ہونی چاہئے کہ ہم اپنے فرض کو احسن طور پر ادا کرنے والے ہیں یا نہیں؟ ہم دعاؤں کی طرف توجہ دینے والے ہیں یا نہیں، ہم انابت الی اللہ کا حق ادا کرنے والے ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے جھکنے والے ہیں یا نہیں؟ پس اب یہ ہمارا کام ہے کہ اپنا فرض ادا کریں۔ اپنے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ظالمانہ الفاظ سُن کر اور پڑھ کر صرف افسوس کرنے والے اور دلوں کی بے چینی کا ظاہری اظہار کرنے والے نہ ہوں بلکہ اپنی راتوں کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ کی تقدیر کو جلد تر اپنے حق میں پورا کروانے کی کوشش کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر بھی ایسی دعاؤں کی توفیق دے جو اُس کے رحم اور فضل کو کھینچنے والی ہوں۔ ہم ایسی دعائیں کرنے والے ہوں جو عرش الٰہی کو ہلا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنی فوجوں کو حکم دے، اپنے فرشتوں کو حکم دے کہ جاؤ اور جا کر ان مظلوموں کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو یہ کہے کہ جو مجھے اس دعا کے ساتھ پکار رہے ہیں کہ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ (تذکرہ صفحہ نمبر 71 مطبوعہ ربوہ۔ ایڈیشن چہارم 2004ء) اے میرے خدا! میں مغلوب ہوں میرا انتقام دشمنوں سے لے۔ فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِیْقًا۔ (تذکرہ صفحہ نمبر 426 مطبوعہ ربوہ۔ ایڈیشن چہارم 2004ء) پس ان کو پیس ڈال۔ پس جاؤ اور ان مظلوموں اور بے کسوں کی مدد کرو جن کو اکثریت اپنی اکثریت کے زعم میں ظلموں کا نشانہ بنا رہی ہے۔ جن کو حاکم ظالمانہ قوانین کے تحت ہر حق سے محروم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جن کو مذہب کے نام نہاد ٹھیکیدار اسلام کے نام پر صفحہ ہستی سے مٹانے کے دعوے کر رہے ہیں۔ جن کا قصور صرف اتنا ہے کہ انہوں نے میرے فرستادے کی آواز پر یہ اعلان کیا کہ ہم نے منادی کی آواز کو سنا اور ہم ایمان لائے۔ پس اے فرشتو! جاؤ اور دنیا کو ان کی مدد کر کے بتا دو کہ یہ لوگ میری آواز پر لبیک کہنے والے ہیں۔ پس مَیں ان کا والی ہوں اور میں ان کو حامی و مددگار ہوں۔ آج بھی میرا یہ اعلان سچ ہے کہ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْر (الانفال:41)۔ پس کیا ہی اچھا آقا ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ پس جو بھی ان سے ٹکرائے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ میری گرفت میں آئے گا۔

پس خدا تعالیٰ کے اس پیار کے سلوک کو حاصل کرنے کے لئے ہر احمدی خدا تعالیٰ کے آگے جھک جائے، دعائیں کرے، یہاں تک کہ عرش الٰہی سے ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد کا حکم جاری ہو جائے۔ ہم کمزور ہیں، ہم ان حرکتوں کا بدلہ نہیں لے سکتے جو یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کر کے کر رہے ہیں۔ پس ایک ہی علاج ہے کہ اپنی سجدہ گاہوں کو تر کریں۔ اپنے مولیٰ، بے کسوں کے والی اور مظلوموں کے حامی کو پکاریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو پکاریں جس نے کمزور اور نہتے مسلمانوں کو محکوم سے حاکم بنا دیا، جس نے دشمن کا ہر مکر اُن پر الٹا دیا۔

پس اے خدا! آج ہم تجھ سے تیری رحمت اور جلال کا واسطہ دے کر یہ دعا کرتے ہیں کہ یہ زمین جو تیرے پیارے رسول کے ماننے کا دعویٰ کرنے والوں نے اپنے ملکوں میں، اپنے مفادات اور اَناؤں کی تسکین کے لئے تیرے مظلوم بندوں پر تنگ کی ہوئی ہے، یہ لوگ اسے ہمارے لئے خاردار اور جنگل بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، اپنی رحمتِ خاص سے اسے ہمارے لئے جنت بنا دے۔ ہمارے لئے اسے گل و گلزار کر دے۔ ہمیں تقویٰ میں ترقی کرنے والا بنا دے۔ ہمیں اپنا نہ ختم ہونے والا وصال عطا فرما۔ ہماری دعاؤں کو ہمیشہ قبولیت بخش۔ ہمیں اُمّتِ مسلمہ کی اکثریت کو نام نہاد علماء کے چُنگل سے نکال کر اپنے حبیب کے عاشقِ صادق کی جماعت میں شامل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ اُمت مسلمہ خیرِ اُمّت ہونے کا حق ادا کرنے والی بن جائے اور دنیا کو ظلم سے پاک کرے۔ اے ارحم الراحمین خدا! تُو ہم پر رحم فرماتے ہوئے ہمیں اس کی توفیق عطا فرما۔

اس وقت ایک افسوسناک خبر ہے، پاکستان میں انہی ظالموں کے ظلم کا نشانہ ایک اور احمدی بنے ہیں، جن کو چند دن ہوئے شہید کر دیا گیا۔ مکرم ماسٹر رانا دلاور حسین صاحب شہید ابن محمد شریف صاحب، شیخوپورہ کے تھے۔ ماسٹر دلاور حسین صاحب کی 25 رمئی 1969ء کی پیدائش ہے۔ شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ پھر بی۔ اے کیا۔ ٹیچر ٹریننگ کورس کیا اور یکم اکتوبر 2011ء کو ہفتے کے دن دوپہر ساڑھے بارہ بجے نامعلوم قاتل افراد سکول میں کلاس روم کے اندر آئے جبکہ آپ کلاس میں پڑھا رہے تھے اور آپ پر فائر کئے۔ ایک گولی گردن پر لگی اور پیٹ میں لگی اور آپ کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

سکول میں تو زخمی حالت میں تھے کافی حالت خراب تھی، ہسپتال لے جایا جا رہا تھا رستے میں شہادت ہوگئی۔ یہ نو احمدی تھے۔ طبیعت میں شروع ہی سے دینی امور میں دلچسپی اور حق کی تلاش اور جستجو تھی۔ آپ مختلف علماء سے ملتے تھے اور کتب کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ اسلامی فرقوں کے متعلق ریسرچ آپ کا معمول تھا۔ چنانچہ سعید فطرت ہونے اور ذاتی تحقیق کی بنا پر آپ ان باتوں کو (جو آج کل بدعات پھیلی ہوئی ہیں، علماء پھیلاتے ہیں) بیعت سے پہلے ہی ترک کر چکے تھے۔ جو باتیں آج رسم و رواج کی صورت میں اسلام میں راہ پا گئی ہیں ان سے آپ کو نفرت تھی مثلاً قُل ہے، تعویذ گنڈے، ختم وغیرہ اور بیعت سے پہلے ہی اپنے عزیزوں کو بھی یہ کہا کرتے تھے کہ چھوڑو یہ فضولیات ہیں۔ احمدیت کا پیغام آپ تک آپ کے بعض عزیزوں کی طرف سے پہنچا جس پر آپ جماعت کے متعلق

تحقیقات کی غرض سے متعدد بار اپنے رشتہ داروں کے ہمراہ ربوہ بھی آئے اور مختلف جماعتی رسائل اور کتب کے مطالعہ کے علاوہ ایم ٹی اے پر نشر ہونے والے پروگرام سنتے رہے۔ اسی دوران آپ کی ملاقات وہیں ایک معروف احمدی سے ہوئی۔ اُن کے رابطہ میں رہنے لگے اور کچھ عرصے بعد آپ نے بیعت کا ارادہ کرلیا۔ جب آپ کو کہا گیا کہ ابھی کچھ وقت مزید تحقیق کرلیں اور تسلی کرلیں پھر آپ کی بیعت لیں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ بس اب میری بیعت لے لیں۔ کیا پتہ کس دوران میری موت آئے اور میں جہالت کی موت نہیں مرنا چاہتا اس لئے آپ میری بیعت لیں۔ چنانچہ 29 ستمبر 2010ء کو یہ اپنے بیوی بچوں سمیت احمدیت کی آغوش میں آگئے اور بیعت کرنے کے بعد غیر معمولی اخلاقی اور روحانی تبدیلی رونما ہوئی۔ نہ صرف یہ کہ نمازوں میں مزید توجہ پیدا ہوئی۔ قرآن کریم کی تلاوت کے پابند ہو گئے اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ گھر پر نماز باجماعت کا اہتمام کرواتے تھے۔ خلافت سے بھی آپ کو والہانہ عشق تھا۔ بیعت کے فوراً بعد گھر میں ایم ٹی اے کا انتظام کروالیا۔ نہ صرف خود دیکھتے تھے بلکہ بچوں کو بھی ساتھ لے کے دکھاتے تھے۔ ایم ٹی اے کے اکثر پروگرام سنتے تھے۔ دعوت الی اللہ کا جذبہ اور شوق غیر معمولی طور پر بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ اپنے عزیزوں اور ساتھی ٹیچرز کی دعوتوں کا اہتمام فرماتے تھے اور مقامی مربی سے ان کا رابطہ مسلسل کرواتے رہتے تھے۔ اس کے علاوہ جماعتی سی ڈیز اور ایم ٹی اے اور جماعتی کتب و رسائل ان تک پہنچاتے تھے اور خود بھی مختلف کتب اپنے زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ ایک مربی صاحب نے مجھے لکھا کہ تبلیغ کرنے کے معاملے میں بڑے نڈر تھے۔ اسی طرح خلافت سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب نام آتا یا ان کی تصویریں دیکھتے تھے تو بڑا عقیدت و احترام ان کی آنکھوں میں نظر آتا تھا۔ مربیان اور معلمین اور جماعتی عہدیداروں سے غیر معمولی اخلاص و وفا کا تعلق رکھتے تھے۔ مہمان نوازی کی صفت ان میں بہت نمایاں تھی۔ جمعہ پڑھنے کے لئے باقاعدگی سے جاتے اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے کر جاتے۔ انہیں اپنے بچوں کی تربیت کی بہت فکر تھی اور ان کی خواہش تھی کہ ان کا چھوٹا بیٹا مربی بنے۔ ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ بیعت کے فوراً بعد جماعتی چندہ جات میں بھی شامل ہوئے۔ آپ کو بیعت کے بعد بڑی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ عزیزوں رشتہ داروں نے آپ کا بائیکاٹ کردیا لیکن اس بائیکاٹ کے باوجود آپ ایمان میں پختہ ہوتے چلے گئے۔ آخر ان کے گھر والے بعض مولویوں سے ان کے بحث مباحثہ بھی کرواتے رہے لیکن مولویوں کے پاس تو کوئی دلیل نہیں وہ عاجز آجاتے تھے۔ مولویوں نے ان کے گھر کے سامنے ایک جلسہ کیا، اکیلے اُس میں چلے گئے اور جب مولویوں کو کچھ بات نہ بنی تو کفر کے فتوے اور واجب القتل کے فتوے دینے لگے لیکن آپ بلاخوف اس جلسے میں شامل رہے اور اُن مولویوں کے ساتھ دلائل کے ذریعہ سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن مولویوں کے پاس کوئی دلیل نہیں تھی آخر وہ گالیاں دے کر وہاں سے چلے گئے۔

آپ کی پہلے ایک شادی ہوئی تھی لیکن وہ بیوی وفات پاگئی تھیں۔ پھر 93ء میں پہلی بیوی کی دوسری بہن سے شادی ہوئی، اُن سے آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کی عمریں 17 سال، 15 سال، 9 سال، 5 سال ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بیوی بچوں کو بھی استقامت عطا فرمائے۔ ایمان میں ترقی دے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔ صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان کا جنازہ جمعہ کی نماز کے بعد ادا کروں گا انشاءاللہ۔

ایک دوسرا جنازہ غائب ہے جو ہمارے فضل عمر ہسپتال کے بہت پرانے کارکن عبدالجبار صاحب ابن مکرم فضل دین صاحب کا ہے۔ 4 اکتوبر کو صبح آٹھ بجے 69 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ کافی لمبے عرصے سے بیمار تھے۔ دل کی تکلیف تھی۔ ان کا علاج تو بہر حال ہو رہا تھا۔ لیکن اس تکلیف کے باوجود اپنے فرائض بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے۔ تقریباً پینتالیس سال تک فضل عمر ہسپتال میں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ انہوں نے پرانے بزرگوں کی خدمات کی ہیں۔ ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی کافی خدمت کا موقع ملا۔ بڑے ملنسار اور منکسر المزاج تھے بلکہ مَیں نے دیکھا ہے کہ ہسپتال کے عملے میں سب سے زیادہ خوش اخلاق یہی تھے اور مریض ان کو پسند بھی بہت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ ناصر احمد ظفر صاحب ابن مکرم مولانا ظفر محمد ظفر صاحب کا ہے۔ یہ بھی گو سرکاری ملازم تھے لیکن مختلف موقعوں پر ان کو جماعتی خدمات کرنے کی توفیق ملی اور ریٹائرمنٹ کے بعد مستقل وقف کی طرح انہوں نے جماعت کی خدمات انجام دی ہیں اور علاقے کے لوگوں کے ساتھ ان کا اچھا میل جول تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث بھی، خلیفۃ المسیح الرابع بھی، اور ان کے بعد مَیں بھی مختلف لوگوں سے تعلق کی وجہ سے ان کو مختلف کاموں کے لئے بھیجتا رہتا تھا۔ علاقے کے ایک اچھے شوشل ورکر بھی تھے اور تعلقات بھی ان کو رکھنے آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی درجات بلند فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر اور ہمت عطا فرمائے۔

یہ تمام جنازے ابھی انشاءاللہ نمازوں کے بعد ادا ہوں گے۔

رسالہ "انصارالدین" لندن کی لئے قلمی معاونین توجہ فرمائیں

انصاراللہ برطانیہ کے ترجمان رسالہ "انصارالدین" کے لئے انصار اور دیگر اہل علم حضرات کی قلمی معاونت کی ضرورت ہے۔

مضامین ارسال کرنے والے حضرات اس امر کا خیال رکھیں کہ آپ اپنے مضمون کو قرآن و حدیث، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کے ارشادات سے مزیّن ضرور کریں لیکن مضمون (خواہ تربیتی ہو یا علمی ہو، وہ) آپ کی ذاتی کاوش ہونا چاہئے اور مضمون نویسی کی مروّجہ بنیادی خصوصیات کا حامل بھی ہونا چاہئے۔ اس حوالہ سے مزید راہنمائی کے لئے مدیر اعلیٰ سے درج ذیل فون نمبرز پر شام کے وقت رابطہ کیا جاسکتا ہے:

02089920843

نیز رسالہ کی ترسیل سے متعلق معلومات کے لئے مینیجر سے اس نمبر پر رابطہ فرمائیں:

078-2885 8009

حضرت اقدس مسیح موعودؑ، صحابہ کرامؓ اور تابعین کا

قیام الّیل

(شیخ فضل عمر)

حضرت اقدس علیہ السلام کا پاکیزہ نمونہ

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''مَیں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے...... مَیں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرّع کرتے ہیں''۔

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد 11۔ صفحہ 315)

حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضورؑ کے زمانہ میں اس عاجز نے نمازوں میں اور خصوصاً سجدوں میں لوگوں کو بہت زیادہ روتے سنا ہے رونے کی آوازیں مسجد کے ہر گوشہ سے سنائی دیتی تھیں۔ اور حضرت صاحب نے اپنی جماعت کے اس رونے کا فخر کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''پنجاب اور ہندوستان سے ہزارہا سعید لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور...... بعد بیعت میں نے ایسی تبدیلی پائی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ کسی کو صاف نہ کرے ہرگز ایسا صاف نہیں ہو سکتا۔ اور میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرے ہزارہا صادق اور وفادار مرید بیعت کے بعد ایسی پاک تبدیلی حاصل کر چکے ہیں کہ ایک ایک فرد ان میں بجائے ایک ایک نشان کے ہے''۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 ص 249)

حضرت مرزا دین محمد صاحب آف لنگر وال کی چشم دید شہادت ہے کہ قریباً 1872ء میں مَیں حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے گھر بوجہ رشتہ داری آتا جاتا تھا۔ مگر آپؑ کی گوشہ نشینی کی وجہ سے میں یہی سمجھتا تھا کہ اُن کا ایک ہی لڑکا غلام قادر ہے۔ مگر مسجد میں مَیں حضورؑ کو بھی دیکھتا تھا۔ پھر مجھے آپ سے انس ہو گیا اور آپ کے پاس آنے لگا۔ آپ مسجد میں فرض نماز ادا کرتے، سنتیں اور نوافل مکان پر ہی ادا کرتے تھے عشاء کی نماز کے بعد سوجاتے اور نصف رات کے بعد تہجد نفل ادا کرتے۔ اس کے بعد مٹی کا دیا جلاتے اور تلاوت فجر کی اذان تک کرتے۔ جس چھوٹے سے کمرہ میں آپؑ کی رہائش تھی اس میں ایک چارپائی اور ایک تخت پوش تھا۔ چارپائی تو آپ نے مجھے دی ہوئی تھی اور خود تخت پوش پر سوتے تھے۔ فجر کی اذان کے وقت پانی کے ہلکے ہلکے چھینٹوں سے مجھے جگاتے تھے۔ یہی رسول کریم ﷺ کا طریق تھا۔ نماز فجر کے بعد آپ واپس آکر کچھ عرصہ سوجاتے تھے کیونکہ رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گذرتا تھا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز تہجد کے واسطے آپؑ بہت پابندی سے اٹھا کرتے۔ فرمایا کرتے کہ تہجد کے معنے ہیں سو کر اٹھنا، جب ایک دفعہ آدمی سوجائے اور پھر نماز کے واسطے اٹھے تو وہی اس کا وقت تہجد ہے۔ عموماً آپ تہجد کے بعد سوتے نہ تھے۔ صبح کی نماز تک برابر جاگتے رہتے۔

کئی صحابہؓ کا بیان ہے کہ اگر ہم حضورؑ کے پاس بھی سو رہے ہوتے تو حضورؑ کے تہجد کے لئے اٹھنے کی خبر نہ پاتے بلکہ حضورؑ کی آواز جب نماز میں کبھی بلند ہوتی تو ہماری آنکھ کھلتی یا پھر حضورؑ ہمیں نماز کے لئے جگا دیتے۔

حضرت اماں جان بیان فرماتی ہیں کہ:

حضرت مسیح موعودؑ نماز پنجوقتہ کے سوا عام طور پر دو قسم کے نوافل پڑھا کرتے تھے۔ ایک نماز اشراق (دو یا چار رکعت) جو آپ کبھی کبھی پڑھتے تھے اور دوسرے نماز تہجد (آٹھ رکعت) جو آپ ہمیشہ پڑھتے تھے سوائے اس کے کہ زیادہ بیمار ہوں۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ حیات میں جو بات بار بار میرے تجربہ میں آئی یہ تھی کہ دعا کرنے اور نماز پڑھنے کی سمجھ اور لذت ان نمازوں کے ذریعہ آئی جو حضور اقدسؑ کی معیت میں پڑھی گئیں۔ علاوہ اس کے دعا کرنے پر جواب بھی فوراً مل جاتا۔

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کو لمبا عرصہ حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپؓ کا بیان ہے کہ:

''تہجد کے وقت گاہے گاہے جب آپؑ کی آواز خشوع وخضوع کے سبب سے بے اختیار بلند ہوتی مجھے خبر ہو جاتی...... سجدہ کو بہت لمبا کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس گریہ وزاری میں آپ پگھل کر بہہ جائیں گے۔''

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اصحابؓ کے حالات زندگی کا مطالعہ کرتے ہوئے بھی یہ احساس نمایاں ہونے لگتا ہے کہ فرائض کے علاوہ سنن اور نوافل کی ادائیگی میں بھی وہ کوشش کرکے باقاعدگی اختیار کرتے تھے اور دعاؤں اور قربانی کے معیار میں ترقی کے لئے ہمیشہ سرگرداں رہا کرتے تھے۔ اکثر نے نماز تہجد کی بالالتزام ادائیگی عملاً خود پر فرض کر رکھی تھی اور دلگداز نوافل اور تر سجدوں کے ساتھ وہ اپنی سحر کا آغاز کیا کرتے تھے۔ اور یہ سلسلہ اُن کے بیعت کرنے کے بعد شروع ہوکر زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت زمانہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانیؓ فرماتے ہیں:

''نماز تہجد کا ان دنوں زیادہ التزام ہوا کرتا تھا اور قریباً سبھی لوگ نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز کے بعد لوگ اپنی اپنی جگہ دعا و استغفار میں مشغول رہتے حتیٰ کہ اذان ہو جاتی تھی۔ اذان سن کر دو رکعت سنت بھی عموماً اپنے اپنے ڈیروں ہی پر پڑھ کر مسجد آتے اور جماعت کی انتظار میں خاموش ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے''۔

حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحبؓ نے ایک مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں 10 خاص باتوں کا تذکرہ کیا۔ ان میں سے 2 باتیں یہ تھیں:

1۔ قریباً تمام احمدی تہجد گزار ہوتے تھے۔ ہائی سکول کے بورڈ کا ایک طبقہ قیام اللیل کرتا، نماز نیم شب پڑھتا۔ اپنے معصوم چہروں پر اشکوں کے موتی بہا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا۔

2۔ صبح کو قرآن پاک کی تلاوت سے در و دیوار گونجتے تھے۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:

جب سے مَیں بیعت میں داخل ہو گیا
تارکِ جملہ رذائل ہو گیا
تھا کبھی جو تارکِ فرض و سنن
اب وہ پابندِ نوافل ہو گیا

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور آپؓ کا زمانہ

زمانہ خلافت اولیٰ میں رمضان شریف میں قادیان کا روحانی نظارہ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس بے مثال کیفیت کا کسی قدر تصور دلانے کے لئے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے ستمبر 1912ء میں ایک نوٹ میں لکھا: ''تہجد کے وقت مسجد مبارک کی چھت پر اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ صوفی تصور حسین صاحب خوش الحانی سے قرآن شریف تراویح میں سناتے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحبؓ بھی قرآن شریف سننے کے لئے اسی جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ تراویح ختم ہوئیں تو تھوڑی دیر میں اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کی آواز بلند ہوتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سوتے وقت اپنے سرہانے دعا کرانے والوں کی لسٹ رکھ لیتے اور تہجد میں اٹھ کر دعا کرتے۔ ایک دفعہ آپ کے پاس دق کا ایک لاعلاج بیمار آیا۔ فرمایا کل دکھانا۔ رات کو نماز تہجد میں مریض کے لئے بہت دعا کی جس پر اس کی صحت کی آپ کو الہاماً بشارت ملی۔ صبح آپ نے اُسے یہ خوشخبری سنائی۔ چنانچہ حضور کے تجویز کردہ نسخہ کے چند روز استعمال کے بعد وہ بالکل تندرست ہو گیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

حضرت مصلح موعودؓ کو نماز کی محبت گھٹی میں پلائی گئی تھی۔ اور بچپن ہی سے عبادت اور نوافل کی طرف بہت زیادہ توجہ تھی۔ حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظؓ فرماتے ہیں: ''مرزا محمود احمد صاحبؓ کو باقاعدہ تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی کہ وہ بڑے لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مَیں نے ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا، مانگوں گا۔ مگر جب مسجد مبارک میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدہ میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے الحاح کی وجہ سے مَیں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور مَیں بھی دعا میں محو ہو گیا کہ یاالٰہی! یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے، وہ اس کو دے دے۔ اور مَیں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ مَیں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ مَیں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا: میاں! آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا؟ تو آپؓ نے فرمایا: مَیں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی! مجھے میری آنکھوں سے دین کو زندہ کر کے دکھا''۔

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ نے بھی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو تہجد کی نماز میں لمبے لمبے سجدے اور خشوع و خضوع سے دعائیں کرتے ہوئے دیکھا تو اُن کے دل میں ایک عجیب سوال پیدا ہوا۔ حضرت شیخ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ: ''آپؓ کے اس جوانی کے عالم میں جبکہ ہر طرح کی سہولت اپنے گھر میں حاصل ہے، زمینداری بھی ہے اور ایک شاہانہ قسم کی زندگی بطور صاحبزادہ، شہزادہ بسر کر رہے ہیں تو میرے دل میں سوال پیدا ہوا کہ آپ کو کس ضرورت نے مجبور کیا ہے کہ وہ تہجد میں آکر لمبی لمبی دعائیں کریں۔ یہ بات میرے دل میں بار بار یہ سوال پیدا کرتی تھی لیکن حضرت ممدوح سے پوچھنے کی جرأت نہ پاتا تھا۔ لیکن ایک دن جرأت کر کے جبکہ وہ حضرت خلیفہ اولؓ کی صحبت سے اٹھ کر اپنے گھر کو جا رہے تھے، راستہ میں السلام علیکم کر کے روک لیا اور اپنی طرف متوجہ کر لیا اور نہایت عاجزی سے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں معافی مانگ کر پوچھا کہ وہ مقصد جس کے لئے آپ تہجد میں لمبی لمبی دعائیں کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ اور نیز عرض کیا کہ میں بھی اس غرض کے لئے دعا کروں گا تا کہ وہ غرض آپ کو حاصل ہو جائے۔ اس کے جواب میں حضرت ممدوح نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس بات کی دعا کرتے ہیں کہ خدا کے راستے میں جو انہوں نے کام کرنا ہے اس کے لئے انہیں مخلص دوست اور مددگار میسر آجائیں''۔

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ کی چشم دید گواہی ہے:

''حضرت مصلح موعودؓ کی تہجد کی نماز بعض دفعہ اتنی لمبی ہو جاتی کہ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ اتنا لمبا وقت آپ کھڑے کس طرح رہتے ہیں۔ میں نے سجدہ کی نسبت قیام میں آپ کو زیادہ دعائیں کرتے دیکھا ہے۔ بعض دفعہ ایک ایک رکعت میں ڈیڑھ دو گھنٹے کھڑے رہتے ہیں۔ تہجد میں آپ کا عموماً یہ طریق تھا کہ ایسے وقت میں تہجد پڑھتے کہ تہجد کی نماز کے ختم ہونے اور صبح کی نماز میں خاصا وقت ہوتا۔ تہجد پڑھ کر لیٹ جاتے اور تھوڑا سا سو بھی لیتے اور پھر اٹھ کر صبح کی نماز پڑھتے''۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے بیٹے محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کو حصول تعلیم کے لئے جب مصر روانہ فرمایا تو اپنی قلم سے انہیں یوں نصیحت فرمائی:

"تہجد غیر ضروری چیز نہیں، نہایت ضروری نماز ہے۔ جب میری صحت اچھی تھی اور جس عمر کے تم اب ہو، اس سے کئی سال پہلے سے خدا تعالیٰ کے فضل سے گھنٹوں تہجد ادا کرتا تھا۔ تین تین چار چار گھنٹہ تک اور رسول کریم ﷺ کی اس سنت کو اکثر مدنظر رکھتا تھا کہ آپؐ کے پاؤں کھڑے کھڑے سوج جاتے تھے"۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے بیان کیا کہ ایک رات قادیان میں گرمیوں کے موسم میں میری آنکھ دل ہلا دینے والی کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سے کھل گئی اور مجھے خوف محسوس ہوا۔ جب میں نیند سے بیدار ہوا تو احساس ہوا کہ حضرت مصلح موعودؓ تہجد کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپؓ بار بار اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو اتنے گداز سے پڑھ رہے تھے کہ یوں معلوم دیتا تھا کہ ہانڈی ابل رہی ہو اور مجھے یوں لگا کہ آپ نے اس دعا کو اتنی مرتبہ پڑھا جیسے کبھی ختم نہ ہوگی۔

حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ عنہا

حضرت اماں جانؓ کی نماز تہجد اور دیگر نوافل کی ادائیگی کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

"آپؓ کی نیکی اور دینداری کا مقدم ترین پہلو نماز اور نوافل میں شغف تھا۔ پانچ فرض نمازوں کا تو کیا کہنا ہے حضرت اماں جانؓ نماز تہجد اور نماز ضحیٰ کی بھی بے حد پابند تھیں اور انہیں اس ذوق وشوق سے ادا کرتی تھیں کہ دیکھنے والوں کے دلوں میں بھی ایک خاص کیفیت پیدا ہونے لگتی تھی۔ بلکہ ان نوافل کے علاوہ بھی جب موقعہ ملتا تھا نماز میں دل کا سکون حاصل کرتی تھیں۔ میں پوری بصیرت کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ (فداہ نفسی) کی یہ پیاری کیفیت کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے حضرت اماں جان کو بھی اپنے آقا سے ورثے میں ملی تھی۔.......

بہت خشوع وخضوع سے، بہت سنوار کر نمازیں ادا کرنے والی، بہت دعائیں کرنے والی، کبھی میں نے آپ کو کسی حالت میں بھی جلدی جلدی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ تہجد اور اشراق بھی جب تک طاقت رہی، باقاعدہ ادا فرماتی رہیں"۔

حضرت مولوی ابوالمبارک محمد عبداللہ صاحبؓ فرماتے ہیں کہ نماز تہجد کی عادت مجھے حضرت اماں جانؓ کی پاک شفقت کی بدولت ہی نصیب ہوئی جو بعد میں دوام اختیار کرگئی۔

چند اصحاب احمدؑ کے قابل تقلید نمونے

حضرت میاں عبدالرشید صاحبؓ نے بیان کیا کہ:

"لنگے منڈی میں ہمارے مکانوں کے سامنے جو چھوٹی سی مسجد ہے اس وقت حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب کی مسجد کہلاتی تھی۔ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب نے کابل جاتے ہوئے اسی مسجد میں قیام فرمایا تھا۔ آپ سارا دن اور ساری رات عبادت میں مشغول رہتے۔ جب انہیں ہمارے والد صاحب کہتے کہ آپ آرام بھی کیا کریں تو آپ فرماتے کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا کہ اس نے مجھے اس انسان کی زیارت کا موقعہ عطا فرمایا جس کی انتظار صدیوں سے ہورہی تھی"۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اپنے شوہر حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے بارہ میں گواہی دیتی ہیں کہ آپؓ بہت دعائیں کرتے تھے۔ رات کو تہجد میں دعائیں کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ خدا تعالیٰ کا نور کمرہ میں نازل ہورہا ہے۔ بہت دعائیں کرتے اور گریہ وزاری کرتے۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ بھی تہجد کی اس قدر پابندی اور التزام فرماتے کہ آپؓ کے ایک فرزند کہتے ہیں کہ میں عرصہ تک سمجھتا رہا کہ نماز تہجد بھی فرض ہے۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس روز تہجد کا ناغہ ہوجائے، اُس روز میں اشراق کے وقت بارہ نوافل ادا کرتا ہوں۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ پر حضورؑ اور حضرت اماں جانؓ کی پاکیزہ صحبت کا ایسا اثر تھا کہ بہت چھوٹی عمر سے تہجد شروع کردی۔ چار سال کی تھیں جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی بیوی کو کہا ہوا تھا کہ مجھے تہجد کے لئے اٹھا دیا کریں۔

حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خانصاحبؓ کی والدہ حضرت حسین بی بی صاحبہؓ کی غذا ہی نماز اور استغفار تھی۔ اگر تہجد کے وقت جسمانی عوارض اٹھنے نہ دیتے تو اس کی کمی نماز چاشت سے پوری کرتیں۔

حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی زندگی انتہائی مصروف رہی۔ آپؓ کو یورپ میں قیام کے دوران عالمی سطح کی مصروفیات کے نتیجہ میں نہایت محنت اور ذہنی جانفشانی سے کام کرنا پڑتا تھا اور ایسی مصروفیات میں سے بھی نماز وغیرہ کے لئے آپؓ کا وقت نکالنا بہت سے دیکھنے والوں کے لئے حیران کُن امر تھا۔ ایک دفعہ ایک نوجوان نے حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے کہا کہ یورپ میں فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ آپؓ نے جواباً فرمایا کہ اگرچہ مجھے اپنی مثال پیش کرنے میں سخت حجاب ہوتا ہے لیکن آپ کی تربیت کے لئے بتاتا ہوں کہ خدا کے فضل سے نصف صدی کا عرصہ یورپ میں گزارنے کے باوجود فجر تو فجر میں نے کبھی نماز تہجد بھی قضا نہیں کی۔ یہی حال باقی پانچ نمازوں کا ہے۔

بیروت کے کثیر الاشاعت روزنامہ "بیروت المساء" نے لکھا: ہم وزیر خارجہ پاکستان السید محمد ظفر اللہ خاں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ بیروت میں ان سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ ہم نے ان کی فصاحت وبلاغت سے پر لیکچر بھی سنا۔ آپ کا لیکچر سن کر ہمارا متاثر ہونا لازمی تھا۔ جبکہ اقوام متحدہ کی مجالس آپکی زوردار تقاریر سن کر ورطہ حیرت میں پڑ چکی تھیں۔ ہم نے آپ کو قرآن مجید کے علوم بیان کرتے ہوئے سنا......ہم نے آپکو "پالم بیچ" ہوٹل میں تہجد پڑھتے اور عبادت کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحبؓ سے آپ کی صاحبزادی نے پوچھا کہ آپؓ نے کس عمر میں نماز باجماعت پڑھنی شروع کی تو آپؓ نے فرمایا کہ نماز کا تو مجھے یاد نہیں البتہ تہجد کی نماز میں نے پندرہ سال کی عمر سے پڑھنی شروع کردی تھی۔

حضرت ماسٹر مولا بخش صاحبؓ فرماتے تھے کہ میں نے سن بلوغ سے آج تک کبھی تہجد ترک نہیں کی کہ یہ چیز ہزاروں برکات کا موجب ہے۔

حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں: حضرت منشی محمد اسماعیل صاحبؓ سیالکوٹی تہجد کی نماز ایسی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے جیسی دوسری پانچ

نمازیں۔ موسم کی کوئی حالت، ان کی بیماری، کوئی چیز ان کی تہجد میں روک پیدا نہیں کرسکتی تھی......ایسے ہی میرے والد ملک نور الدین صاحبؓ بھی تھے۔ میں نے اپنی ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اپنے والد مرحوم و مغفور کی تہجد ضائع ہوتے نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ وہ ایسے سخت بیمار ہوں کہ ان کے ہوش قائم نہ رہے ہوں۔

حضرت منشی صاحب کی طرح میرے والد باجماعت نماز کے بھی سخت پابند تھے۔ میں نے خود تو کبھی بھی یہ نہیں دیکھا کہ میرے والد صاحب نے کسی نماز کے فرض گھر پر پڑھے ہوں لیکن میری والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ جس دن عصر کے وقت دل کی حرکت بند ہوجانے سے میرے والد کی وفات ہوئی صرف اس دن ظہر کی نماز والدہ کے اصرار پر انہوں نے گھر پر پڑھی۔

حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ پشاوری نماز پنجگانہ کے سختی سے پابند، تہجد خواں، قرآں خواں، قرآن دان اور عامل بالقرآن بزرگ تھے۔

حضرت حافظ مظفر احمد صاحب پشاوریؓ کا ذکر خیر کرتے ہوئے حضرت قاضی محمد یوسف صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

خٹک کے پہاڑوں میں موضع امیر واقع ہے۔ وہاں سے خان بہادر سعد اللہ خان صاحب 1902ء میں صوبیدار میجر مقرر ہوئے۔ مالاکنڈ میں بسبب اعلیٰ افسر ہونے کے ان کی قیامگاہ خواتین اور افسروں کی تفریح گاہ ہوتی تھی۔ اکثر وہاں پر تاش اور شطرنج کا شغل رہتا اور کبھی کبھی گانا بجانا بھی ہوتا۔ لڑکے ناچنے لگتے اور خوش گپی میں وقت گزارتے۔ اُن کے ماتحت محترم حافظ مظفر احمد صاحبؓ احمدی ساکن کلانور (جو 1904ء میں خاکسار کے ذریعہ احمدی ہوئے تھے) پے (Pay) حوالدار تھے۔ آپؓ قرآن کریم کے حافظ، تہجد گزار اور مناہیات سے نفور اور کنارہ کش تھے۔ اکثر صوبیدار میجر صاحب کی ملاقات کو فرصت کے وقت جایا کرتے۔ ایک دفعہ موقع پا کر اُن سے کہا کہ ''خان صاحب! آپ ایک شریف اور معزز خاندان کے ممبر ہیں اور نیک فطرت انسان ہیں، آپ کی شان کے خلاف ہے کہ آپ کے مکان پر گانا بجانا ہو، تاش و فلاش ہو اور شطرنج کھیلا جائے۔ مسجد میں پانچ وقت اذان ہو مگر آپ کے یہاں نہ کوئی نماز پڑھے نہ خدا کو یاد کرے۔ یہ غافلانہ زندگی کب تک؟'' ......یہ سن کر خان بہادر صاحب کے دل پر خاصا اثر ہوا اور کہا کہ کیا کرنا چاہئے؟۔ حافظ صاحب نے کہا کہ جو کچھ اب ہو رہا ہے اس کو بکلی ترک کر دیا جائے اور میں پانچ وقت یہاں آتا رہوں گا، نماز باجماعت پڑھیں گے، صبح کے قریب آٹھ رکعت تہجد پڑھیں گے اور چالیس دن تک ایک رکوع ہر روز قرآن شریف کا درس کریں گے۔ اگر اس کا لطف نہ آیا تو موجودہ زندگی تو کہیں گئی نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چالیس دن کے بعد خان بہادر صاحب نے احمدیت قبول کرلی اور حضرت مسیح موعودؑ کو بیعت کا خط لکھ دیا۔

ارض کشمیر کے اوّلین احمدی حضرت راجہ عطا محمد صاحبؓ باوجود پیرانہ سالی کے ہمیشہ ایک بجے بلکہ اس سے پہلے ہی رات کو اٹھ کر تہجد میں صبح تک مصروف رہتے۔

حضرت سلطان بی بی صاحبہؓ کے متعلق ان کے بیٹے مکرم مولوی عبد المنان شاہد صاحب لکھتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کے علاوہ نماز اشراق، نماز تہجد اور نماز تسبیح بھی باقاعدگی سے ادا کرتی تھیں۔ بیماری اور بڑھاپے میں نماز تہجد کے لئے اٹھتیں تو ہمیں شرم آتی کہ ہم نوجوان سستی کر جاتے ہیں۔

حضرت میاں تاج الدین صاحبؓ حضرت میاں معراج الدین صاحب عمرؓ کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت مخلص اور عبادت گزار تھے۔ رات بارہ بجے اٹھتے اور بقیہ رات عبادت میں گزار دیتے۔

حضرت نوابزادہ میاں عبد الرحمٰن صاحبؓ نماز تہجد باقاعدہ ادا کرتے تھے۔

حضرت سید عنایت علی شاہ صاحب لدھیانویؓ بڑے عبادت گزار تھے۔ جب سے ہوش سنبھالا، نماز روزہ تو درکنار، تہجد بھی بہت کم قضاء کی۔

حضرت میاں اللہ بخش صاحبؓ خشوع و خضوع سے ادا فرماتے اور نماز تہجد میں رقت و سوز کا عجیب رنگ پایا جاتا تھا۔ صاحب رؤیا تھے۔

حضرت مولوی امام الدین صاحب گجراتیؓ باوجود پیرانہ سالی اور ضعیفی کے ہر نماز باجماعت ادا کرتے اور باقاعدگی سے تہجد پڑھتے۔ آپؓ صاحب کشف و الہامات تھے۔

حضرت منشی عبد العزیز صاحبؓ پٹواری اوجلہ التزام نماز میں خوب اہتمام فرماتے اور تہجد و ذکر الٰہی تو آپؓ کی روح کی غذا تھی۔

حضرت چوہدری نعمت خان صاحبؓ آف کریام ارکان دین کے سختی سے پابند اور تہجد گزار تھے۔

حضرت منشی میر محمد اکرم صاحبؓ داتوی پانچوں اوقات نماز باجماعت پڑھتے تھے اور نصف شب کے بعد نہایت خوش الحانی سے شوق انگیز لہجہ میں تہجد کی نماز میں قرآن کریم پڑھا کرتے۔

حضرت حاجی محمد صدیق صاحب پٹیالویؓ نہایت عابد و زاہد اور صاحب الرؤیا و کشوف بزرگ تھے۔ باجماعت نماز اور تہجد کا خاص التزام فرماتے اور ہر آن ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ 80 سال کی عمر میں حج کیا۔

حضرت ملک عطاء اللہ صاحبؓ نماز تہجد کے سختی سے پابند تھے۔ امام الصلوٰۃ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ نماز تہجد کے بعد خوش الحانی سے تلاوت کرنا، نماز فجر کے بعد پانچ چھ میل سیر کرنا آپؓ کا معمول تھا۔

حضرت شیخ فضل حق صاحب بٹالویؓ متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ تہجد کی نماز وفات تک باقاعدہ ادا کرتے رہے۔

حضرت سید علی احمد صاحبؓ رات بارہ بجے تک برآمدہ میں ٹہلتے رہتے اور درود و استغفار، ذکر و اذکار میں اور پھر حسب معمول تین بجے سے کچھ پہلے اٹھ کر نماز تہجد پڑھنے لگتے۔

حضرت چوہدری محمد عبد اللہ صاحبؓ التزام کے ساتھ نماز تہجد آخر وقت تک ادا کرتے رہے۔

حضرت سیٹھ حسن صاحبؓ حیدرآباد نے 1899ء میں قادیان جا کر حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی توفیق پائی۔ اس کے بعد ان میں ایسا روحانی انقلاب پیدا ہوگیا کہ پہلے نماز تک کی عادت نہ تھی، پھر تہجد گزار بن گئے اور الہامات و رؤیا کثرت سے ہونے لگے۔

حضرت مولوی فضل الٰہی صاحبؓ بھیروی فرماتے ہیں:

''میرے والدین سخت حنفی تھے۔ بندہ کو امرتسر جناب قاضی سید امیر حسین

صاحب مرحوم کے پاس آنے سے احمدیت کا علم ہوا۔ بندہ نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کے لئے ماہ رمضان شریف کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے ایام میں بہت دعا استخارہ کی۔ اور دعا میں یہ درخواست تھی کہ مولیٰ کریم مجھے اطلاع فرما کہ جس حالت میں اب ہوں یہ درست ہے یا جو اس وقت حضرت مسیح موعود کا دعویٰ ہے وہ درست ہے۔ اس پر مجھے دکھلایا گیا کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں لیکن رُخ قبلہ کی طرف نہیں ہے اور سورج کی روشنی بوجہ کسوف کے بہت کم ہے۔ جس سے تفہیم ہوئی کہ تمہاری موجودہ حالت کا نقشہ ہے۔ دوسرے روز نماز عشاء کے بعد پھر رو رو کر بہت دعا کی تو حضرت مسیح موعودؑ نے خواب میں فرمایا کہ اصل دعا کا وقت جوف اللیل کے بعد کا ہوتا ہے۔ جس طرح بچہ کے رونے پر والدہ کے پستان میں دودھ آجاتا ہے۔ اسی طرح پچھلی رات گریہ وزاری خدا کے حضور کرنے سے خدا کا رحم قریب آجاتا ہے۔ اس کے بعد بندہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی غلامی اختیار کر لی اس کے بعد حضور کی پاک صحبت کی برکت سے یہ فائدہ ہوا کہ ایک روز نماز تہجد کے بعد خاکسار سجدہ میں دعائیں کر رہا تھا کہ غنودگی کی حالت ہوگئی جو ایک کشفی رنگ تھا۔ ایک پاکیزہ شکل فرشتہ میرے پاس آیا۔ جس کے ہاتھ میں ایک خوبصورت سفید کوزہ پانی سے بھرا ہوا اور ایک ہاتھ میں ایک خوبصورت چھری تھی۔ اس نے چھری سے میرے سینہ کو چاک کیا اور اس کوزہ کے صاف پانی سے اس کو خوب صاف کیا لیکن مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی خوف کی حالت پیدا ہوئی۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے خیال کیا کہ اب میں نے صبح کی نماز ادا کرنی ہے اور یہ تمام بدن چیرا ہوا ہے۔ ہاتھ پاؤں کو ہلانا شروع کیا تو کوئی تکلیف معلوم نہ ہوئی اور حالت بیداری پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد نماز فجر ادا کی۔ ...... بعد میں بھی آپ ساری عمر نماز تہجد پر کاربند رہے۔

حضرت چوہدری اللہ بخش صاحبؓ تہجد کے پابند تھے۔ آخری ایام میں سردی کی لمبی راتوں میں رات 2 بجے ہی نماز تہجد شروع کر دیتے تھے۔

حضرت چوہدری غلام قادر صاحبؓ آف سیالکوٹ بیعت سے پہلے نماز کے بالکل تارک تھے۔ بیعت کے بعد عابد شب بیدار بن گئے۔

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ بہت عابد آدمی تھے۔ تمام رات عبادت کرتے رہتے تھے اور سوتے کم تھے اور جاگتے زیادہ تھے، بڑھاپا اور کمزوری میں عموماً گھر میں رہتے تھے اور وظیفہ کرتے رہتے تھے حتیٰ کہ پاؤں سوج جاتے تھے۔

حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ آف کریام کی وفات پر منشی برکت علی صاحب نے لکھا: ''اکثر حصہ رات کا یہ بزرگ نماز اور دعاؤں میں گزارتے تھے''۔

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے تہجد کی نماز چھوٹی عمر سے پڑھنی شروع کر دی تھی اور اللہ کے فضل سے کبھی ناغہ نہیں کیا۔

حضرت مولوی غلام رسول راجیکی صاحبؓ شب بیدار تھے۔ اگر کبھی تہجد کے وقت اٹھنے میں دیر ہو جاتی تو ایک فرشتہ آپؓ کو اٹھا دیا کرتا تھا۔

حضرت حافظ نور محمد صاحبؓ اور حضرت حافظ نبی بخش صاحبؓ ابتدائی صحابہ میں سے تھے۔ دونوں قادیان جایا کرتے اور حضورؑ کے پاس ایک تخت پوش پر سو رہتے تا کہ حضورؑ تہجد کے لئے اٹھیں تو آپ دونوں بھی شریک ہو سکیں۔

حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کے بارہ میں حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ گواہی دیتے ہیں کہ باوجودیکہ آپؓ بے حد مصروف رہتے تھے مگر یہ حیرت انگیز امر ہے کہ ایک شخص جو دن بھر کام کرتے کرتے چور ہو گیا ہو، وہ رات کی آخری گھڑیوں میں تہجد کی نماز میں مصروف دیکھا جاتا ہے اور اس قدر خشوع و خضوع اور گریہ وزاری سے وہ آستانہ الٰہی پر گرا ہوا ہے جیسے کہ کوئی مجروح انسان دردوں سے چلاّتا ہے۔ مجھے حیرت ہوتی تھی کہ اس قدر قوت یہ شخص کہاں سے پاتا ہے اور رات کو کس وقت سوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سارا رنگ حضرت صاحب کی پاک صحبت میں چڑھ گیا تھا۔

حضرت ملک غلام فرید صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے والد حضرت ملک نورالدین صاحبؓ تہجد کے سخت پابند تھے۔ مَیں نے اپنی ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اپنے والد کی تہجد کی نماز ضائع ہوتے نہیں دیکھی سوائے اس کے کہ وہ ایسے سخت بیمار ہوں کہ ان کے ہوش قائم نہ رہے ہوں۔ نماز تہجد بڑے التزام سے ادا کرتے۔ آدھی رات کے قریب اٹھ کر مسواک کرتے اور کئی دفعہ دونوں ہاتھ اٹھا کر لمبے عرصہ تک دعا کرتے۔

حضرت سید حامد علی شاہ صاحبؓ سیالکوٹی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت سید خصیلت علی شاہ صاحبؓ پولیس انسپکٹر تھے لیکن باوجود سرکاری مصروفیات کے پچھلی رات کو پاک وصاف ہو کر نماز میں کھڑے ہونا قضا نہیں کرتے تھے۔

حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کے بارہ میں مکرم میاں عطاء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپؓ باقاعدگی سے نماز تہجد پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ دعوت الی اللہ کے لئے مجھے بھی اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہاں رات کے دو بجے تک گفتگو ہوتی رہی اور کوئی اڑھائی بجے ہم بستروں میں لیٹے۔ تین ساڑھے تین بجے میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آپؓ تہجد پڑھ رہے تھے۔ پھر صبح کی نماز کے لئے بھی سب سے پہلے جاگنے والوں میں سے تھے نیز ضحیٰ اور اشراق کے نوافل بھی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔

قبول احمدیت کے بعد حضرت مولوی فرزند علی خان صاحب نے ایک جلسہ عام میں فرمایا کہ گزشتہ رات کو نصف شب کے قریب میری آنکھ کھل گئی اور میرے نفس اور ضمیر کی باہمی لڑائی شروع ہوگئی۔ ضمیر کا تقاضا تھا کہ بیعت کر لینے کے بعد اٹھو اور تہجد کی نماز ادا کرو۔ نفس کہتا تھا کہ بے شک یہ مستحسن چیز ہے لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ آج ہی نماز تہجد کا پڑھنا شروع کیا جائے۔ جبکہ جلسہ کی بھاگ دوڑ کی وجہ سے طبیعت میں بڑی کوفت بھی ہے۔ آخر کار ضمیر اس دلیل سے غالب آگیا کہ آج تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں جگا دیا ہے اس لئے اٹھ کر دو چار نفل ضرور پڑھنے چاہئیں۔

حضرت خانصاحب کے متعلق آپکے بیٹے حافظ بدرالدین احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ آپ احمدیت سے قبل بھی نماز پابندی اور وقار کے ساتھ سنوار کر ہی ادا کرتے تھے مگر سلسلہ میں داخل ہونے کے بعد تو گویا 24 گھنٹے ہی نماز کی حالت میں گزارتے۔ دفتر کے کام کی تکان اور مسجد کی دوری کبھی بھی مسجد میں باجماعت نماز کے رستے میں روک نہیں بن سکی۔ قریباً ہر مغرب وعشاء کے بعد نوافل پڑھا کرتے تھے اور گھر میں آکر مزید نفل ادا کرتے۔ کوئی وقت ذکر الٰہی کے بغیر نہ گزرتا۔ تہجد میں بہت ہی باقاعدگی اور التزام ہوتا۔

اس کے بعد ہم چند مثالیں تابعین کی بھی پیش کرتے ہیں۔

نماز تہجد اور چند تابعین کے قابل تقلید نمونے

مکرم خان بہادر سعد اللہ خان صاحب 1911ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دستِ مبارک پر داخل احمدیت ہوئے اور پھر ایسی شاندار تبدیلی اختیار کی کہ ولی اللہ بن گئے۔ ایک دفعہ مخالفین بطور جرگہ آپ کے پاس آئے اور احمدیت سے توبہ کرنے کو کہا۔ آپ نے جواب دیا کہ جب میں آپ کی طرح تھا تو آپ کو معلوم ہے کہ آپ صاحبان کی مہربانی سے نہ نماز پڑھتا نہ تہجد نہ قرآن کریم سے کوئی واقفیت یا تعلق تھا سارا دن تاش اور شطرنج میں گزرتا اور لڑ کے آ کر ناچتے۔ احمدی مبلغ نے اس گندی زندگی سے بیزار کرا کر پابند نماز و تہجد کیا۔ اور درس قرآن کا شوق دلایا۔ اگر دین یہ نہیں جو احمدیت کے ذریعے حاصل ہوا اور وہ تھا جو میں آپ لوگوں کی رفاقت میں اختیار کر چکا تھا تو مجھے یہ زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس پر وہ لوگ شرمندہ ہو کر چلے گئے۔

حضرت مرزا عبد الحق صاحب امیر ضلع سرگودھا جنوری 1900ء میں پیدا ہوئے اور 1916ء میں حضرت مصلح موعودؓ کی بیعت کی۔ آپ فرماتے ہیں: 16 سال کی عمر سے اب تک کوئی نماز قضا نہیں کی اور نہ روزہ قضا کیا ہے..... خدا تعالیٰ توفیق دے تو کافی وقت تہجد میں گزار سکتا ہوں۔

مکرم محمود احمد صاحب سنوری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ نواب محمد دین صاحب کے ہاں مہمان ہوا۔ تہجد کے وقت مجھے جگایا گیا۔ اُن کے ڈرائیور اور خانساماں بھی (دونوں احمدی تھے) میرے ساتھ نماز میں شریک ہوئے اور نواب صاحب ایک دوسرے کمرے میں نماز تہجد میں مصروف ہو گئے۔ نماز تہجد کے دوران حضرت نواب صاحبؓ مرحوم نہایت دردناک لہجے میں احمدیت کی سربلندی کے لئے دعا کرتے تھے۔ آپ کی آواز میں جو سوز و گداز اور انکساری اور عاجزی تھی وہ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

محترم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب نماز تہجد اور پنجوقتہ نمازیں بڑی باقاعدگی اور التزام سے ادا کرتے۔ آپ نصیحت کرتے کہ جو نماز کی پابندی اور خلافت سے وابستگی رکھے گا وہ کبھی ضائع نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ کسی وجہ سے تہجد کی نماز چھوٹ گئی تو صبح اٹھ کر کہنے لگے کہ آج صدقہ دینا چاہئے، میری تہجد کی نماز چھوٹ گئی۔

محترم قریشی نور الحق تنویر صاحب کے بارہ میں اُن کی اہلیہ محترمہ طاہرہ تنویر صاحبہ کا کہنا ہے کہ قاہرہ میں چھ سالہ قیام کے دوران ایک روز بھی ڈائری لکھنے کا ناغہ نہ کیا اور تقریباً ہر روز کی ڈائری کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا کہ الحمدللہ آج بروقت تہجد کے وقت آنکھ کھل گئی۔..... آخری شدید بیماری کے علاوہ رات کے پچھلے پہر جب بھی میری آنکھ کھلی میں نے انہیں نماز میں مصروف پایا۔ مجھے یاد نہیں کہ کبھی باجماعت نماز سے محروم رہے ہوں۔ اگر مسجد نہ جا سکتے تو گھر میں ہی باجماعت نماز ادا کرتے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کے نتیجہ میں جو انقلاب انفرادی اور اجتماعی طور پر عبادات کے حوالہ سے نظر آتا ہے وہ اتنا عظیم الشان ہے کہ غیر بھی اس کے گواہ ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے سابق وزیر داخلہ میجر جنرل نصیر اللہ بابر نے بیان کیا: ایک بار مولانا..... ایک میٹنگ میں آیا۔ بات سے بات شروع ہو گئی۔ مولانا نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کے بارہ میں سنا ہے کہ آپ باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر کہنے لگے کہ آپ تلاوت کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ مولانا نے کہا پھر شاید آپ قادیانی ہیں۔

میں نے پوچھا: مولانا! آپ امامت کراتے ہیں؟ مولانا نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا: آپ تہجد پڑھتے ہیں؟ مولانا نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا تو پھر آپ کو قادیانی ہونے کا زیادہ حق پہنچتا ہے۔

خلافت کے ساتھ عبادت کا گہرا تعلق

اپنے اس مضمون کا آغاز ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ایک ارشاد سے کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کو اپنی عبادات کی طرف کس قدر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حضور انور فرماتے ہیں:

"ہر احمدی کو جو حضرت مسیح موعود کو مان کر اپنے آپ کو مومنین کی جماعت میں شامل سمجھتا ہے ان دو امور کی طرف خاص طور پر بہت توجہ دینی چاہئے۔ پہلی چیز نماز کا اہتمام، باقاعدگی سے ادائیگی ہے۔ حتی الوسع باجماعت نماز ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ پھر ان نمازوں کو نوافل کے ساتھ سجایا بھی جائے..... نمازوں کے حوالے سے ہی میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں ہمیشہ یاد رکھیں کہ خلافت کے ساتھ عبادت کا بڑا تعلق ہے۔ اور عبادت کیا ہے؟ نماز ہی ہے۔ جہاں مومنوں سے دلوں کی تسکین اور خلافت کا وعدہ ہے وہاں ساتھ ہی اگلی آیت میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا بھی حکم ہے۔ پس تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو، کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔"

(خطبہ جمعہ 13 اپریل 2007ء۔ الفضل 29 مئی 2007ء)

نیشنل اجتماع 2011 مجلس انصاراللہ یوکے

تعلیم وتربیت کے حوالہ سے اجتماعات اور جلسوں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں کے اجتماعات میں خصوصیت سے علمی اور جسمانی بہبود کے لئے بھی پروگرام رکھے جاتے ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ احمدیوں کی انفرادی اور اجتماعی طور پر جسمانی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی نشوونما کے سامان مہیا کئے جاسکیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے 29واں نیشنل اجتماع مجلس انصاراللہ یوکے کا 23 تا 25 ستمبر 2011ء بیت الفتوح لندن میں منعقد ہوا۔ جس میں کُل حاضری 1706 تھی جو کہ پچھلے سال کی حاضری سے 224 زائد تھی۔ الحمدللہ۔ ان میں 192 مہمان تھے جن میں خدام واطفال اور صدر صاحب مجلس انصاراللہ بیلجیم اپنے چند ممبران کے ساتھ اجتماع میں شامل ہوئے۔ اجتماع کے تینوں دن نمازِ تہجد سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ نماز فجر کے بعد درسِ قرآن وحدیث اور ملفوظات کا انتظام کیا گیا تھا۔

مجلس شوریٰ

23 ستمبر بروز جمعہ مجلس شوریٰ کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم، عہد انصاراللہ، دعا کے بعد مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ کے افتتاحی خطاب سے ہوا۔ امسال 3 تجاویز تبلیغ، تربیت اور مال ایجنڈا میں شامل تھیں۔ دورانِ شوریٰ صدر مجلس اور نائب صدر صف دوئم کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔ یہ اجلاس مکرم شمیم احمد خان صاحب کی زیرصدارت منعقد ہوا۔ مجلس شوریٰ کی کارروائی شام سات بجے مکمل ہوئی۔ جس کے فوری بعد مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت احمدیہ یوکے اور مکرم صدر صاحب مجلس انصاراللہ نے لوائے انصار اور برطانیہ کے قومی پرچم کو لہرایا۔ جس کے ساتھ نیشنل اجتماع کا افتتاح تلاوت، عہد اور نظم کے بعد مکرم امیر صاحب کے افتتاحی خطاب سے ہوا۔

اجتماع کے بڑے اجلاسات طاہر ہال میں منعقد ہوئے جبکہ ایک بڑے سائز میں فوڈ مارکی کارپارکنگ میں لگائی گئی تھی۔

قرآن نمائش

اس مرتبہ اجتماع کے موقع پر قرآن نمائش ایک علیحدہ مارکی میں لگائی گئی تھی جس میں نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب قرآنی تعلیمات پر مبنی پوسٹر آویزاں کئے گئے تھے۔ اجتماع میں شامل ہونے والوں کی بہت بڑی تعداد نے اس نمائش سے استفادہ کیا۔ مکرم امیر صاحب و نیشنل عاملہ جماعت ممبران نے مختلف اوقات میں تشریف لائے۔

اجتماع کے دوسرے روز صبح 9:30 بجے علمی اور ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد کیا گیا۔ دورانِ اجتماع مختلف سیشن نہایت عمدگی سے منعقد کئے گئے۔

متفرق اجلاسات

ایک سیشن مکرم مولانا اخلاق انجم صاحب کی زیرصدارت منعقد ہوا جنہوں نے امتی نبی کی حیثیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام پر تقریر بھی کی۔ اس سیشن کا موضوع ''مقام حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور امتی نبی'' تھا۔ اس سیشن میں تلاوت اور نظم کے بعد مکرم مولانا نسیم احمد صاحب باجوہ نے ذکر حبیب کے موضوع پر اور مکرم حافظ مشہود احمد صاحب نے انگلش میں تقریر کی۔

تربیتی فورم مکرم امیر صاحب یوکے کی زیرصدارت رشتہ ناطہ کے موضوع پر منعقد کیا گیا۔ جس میں مکرم مولانا مرزا نصیر احمد صاحب نے آنحضرت ﷺ کی گھریلو زندگی کے موضوع پر تقریر کی۔ مکرم سیکرٹری صاحب رشتہ ناطہ جماعت یوکے نے امیر صاحب کی ہدایت پر بعض کوائف بیان کئے۔ اس اہم موضوع پر بہت سے سوالات حاضرین نے دریافت کئے جن کے جوابات محترم امیر صاحب نے بڑی تفصیل سے بیان کئے۔

ایک اور سیشن جس کا موضوع ''الٰہی جماعتوں کی قربانیاں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں'' تھا جو کہ مکرم میاں عبدالسمیع عمر صاحب کی زیرصدارت منعقد کیا گیا۔ اس میں ایک ویڈیو بڑی سکرین پر دکھائی گئی جس میں شہداء کے متعلق خلفاء احمدیت کے بیان فرمودہ ارشادات کی ویڈیو ریکارڈنگ شامل کی گئی تھی۔ اس اجلاس میں مکرم شعیب نیّر صاحب نے جو کہ لاہور واقعہ 28 مئی 2010 ماڈل ٹاؤن مسجد میں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے آنکھوں دیکھے واقعات بیان کئے۔

اتوار کے روز فائنل علمی اور ورزشی مقابلہ جات کروائے گئے۔ جن کے بعد اختتامی اجلاس مکرم امیر صاحب کی زیرصدارت منعقد کیا گیا۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد انعامات تقسیم کئے گئے۔ جن کی تفصیل انگریزی رپورٹ میں شامل کی گئی ہے۔ اختتامی خطاب مکرم امیر صاحب نے کیا اور اختتامی دعا بھی کروائی۔

اللہ تعالیٰ تمام کارکنان کو اور اجتماع میں حصہ لینے والوں کو اپنے فضلوں سے دین ودنیا کی بہترین حسنات سے نوازے۔ آمین

(رپورٹ مرتبہ: شکیل احمد بٹ)

مجلس انصاراللہ لندن ریجن کا سالانہ اجتماع

مجلس انصاراللہ لندن ریجن کا سالانہ اجتماع 10 ستمبر 2011ء کو مسجد بیت الفتوح مورڈن میں منعقد ہوا جس میں 274 انصار میں شرکت کی۔

افتتاحی تقریب کی صدارت مکرم رفیق احمد جاوید صاحب نائب صدر مجلس انصاراللہ یوکے نے کی اور دینی خدمت بجالانے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب ریجنل مبلغ سلسلہ نے تلقین عمل کے پروگرام میں مختلف تربیتی امور بیان کئے۔ آپ نے رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کی خریداری کی بھی تلقین کی جس کے بعد 11 انصار نے 37 رسالے خریدنے کے لئے چندہ ادا کردیا۔

اجتماع کے دوران ہونے والے ورزشی مقابلہ جات میں رسّہ کشی، والی بال، فٹ بال، گولہ پھینکنا، کلائی پکڑنا اور مختلف دوڑوں کے مقابلہ جات شامل تھے جبکہ علمی مقابلہ جات میں تلاوت قرآن کریم، حفظ قرآن، نظم خوانی اور تقاریر کے مقابلہ جات شامل تھے۔ اس موقع پر دعوت الی اللہ سے متعلق ایک نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا۔

اجتماع کا اختتامی اجلاس مکرم ڈاکٹر اعجاز الرحمٰن صاحب نائب صدر اوّل کی زیرصدارت منعقد ہوا۔ جس میں تلاوت قرآن کریم، عہد دہرانے اور نظم کے بعد تقسیم انعامات ہوئی۔ آخر میں مکرم ڈاکٹر صاحب نے اختتامی خطاب کیا اور دعا کروائی۔

(رپورٹ: شاهد جمیل قریشی)

مجلس انصاراللہ UK کی تبلیغی مساعی

سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے تبلیغی ارشادات کی روشنی میں مجلس انصاراللہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور نصرت سے اس بات کی توفیق مل رہی ہے کہ مجالس سوال و جواب، تبلیغی سٹالز اور قرآن کریم کی نمائش میں پوسٹرز آویزاں کرکے پیغام حق پہنچایا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ محض اپنی نصرت سے ہماری حقیر کاوشوں کے نتیجہ میں اپنے بے شمار فضلوں کا وارث بنادے۔ آمین

نہایت اختصار کے ساتھ مجلس انصاراللہ کی سطح پر ہونے والی تبلیغی مساعی کا ذکر بغرض دعا کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب شامل ہونے والوں کو دین و دنیا کی بہترین حسنات سے نوازے۔ آمین

لندن **ریجن** کی ایک مجلس Wandsworth نے 17 ستمبر کو لوکل کمیونٹی ہال میں Exhibition اور مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا۔ اس پروگرام کو عید پارٹی To Promote "Peace & Harmony in the Society" کے موضوع پر لوکل افراد کو دعوت دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے شامل ہونے مہمانوں کی تعداد 54 تھی جس میں تقریباً 14 چھوٹے بڑے بچے بھی تھے۔ مکرم چوہدری وسیم احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ کی زیر صدارت اجلاس کا انعقاد کیا گیا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم داؤد عابد صاحب مربی سلسلہ نے خوبصورت انداز میں کی۔ بعد تلاوت قرآن کریم صدر صاحب مجلس انصار اللہ نے مہمانوں کو جماعت کا مختصر تعارف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی روشنی میں کروایا اور مہمانوں کو تقریب عید کی بھی وضاحت کی گئی۔ بعدہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ مکرم نسیم احمد صاحب باجوہ مربی سلسلہ نے مہمانوں کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مہمان دوبارہ آنے کا وعدہ کرکے رخصت ہوئے۔ ایک انگریز مہمان نے کہا کہ مسلمان تو شائد ہو جاؤں مگر پانچ نمازیں ادا کرنا بہت مشکل ہے۔

بیت النور ریجن کی ایک مجلس نے 11 ستمبر کو اپنے تبلیغی گاؤں Bookham میں ایک قرآن کریم نمائش کا انعقاد کیا۔ اس گاؤں کے ہر گھر میں ملینیم لیفلٹس تقسیم کیا گیا اور ہائی سٹریٹ پر ہر ویک سٹال بھی لگائے گئے۔ اس کے بعد پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام سے پہلے کم و بیش 700 اشتہارات تقسیم کئے گئے تھے مگر مہمانوں کی تعداد صرف 5 تھی۔ یہ گاؤں بہت امیر لوگوں پر مشتمل ہے اور یہ لوگ چرچ بھی نہیں جاتے۔ پس ہمارے انصار بھائیوں نے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے کوشش کی کہ

"ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج   جس کی فطرت نیک ہے آئے گا انجام کار"

ریجن بیت النور کی ایک اور مجلس نے 10 ستمبر کو ڈیر پارک کے علاقہ میں ایک لوکل ہال میں قرآن کریم نمائش پر مشتمل ایک سوال و جواب کی مجلس کا انعقاد کیا۔ تقریباً 700 دعوت نامے اور اشتہارات قریب کے گھروں میں تقسیم کئے گئے۔ مہمانوں کی تعداد 3 تھی۔

اسلام آباد ریجن: ایک گاؤں کی لائبریری میں لگائی گئی نمائش کے دوران 34 لوگوں نے نمائش سے استفادہ کیا اور مختلف لٹریچر حاصل کیا۔ اس پروگرام میں 3 انصار نے حصہ لیا۔

نارتھ ویسٹ ریجن نے مانچسٹر میں 11 ستمبر کو ایک پیس کانفرنس بعنوان Teaching of the Holy Qur'an and Muslim Extremist کا انعقاد کرایہ کے ہال میں کیا جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے 32 مہمان شریک ہوئے اور ایک لوکل رکن پارلیمنٹ بھی پہلی دفعہ پروگرام میں تشریف لائے۔ اس موقع پر قرآن کریم سے متعلقہ نمائش کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ نائب صدر صف دوم مکرم منصور احمد صاحب کاہلوں کی زیر صدارت تقریب منعقد ہوئی۔ محترم عطاء المجیب راشد صاحب نے مہمانوں کے سوالات کے جوابات دئے۔

ساؤتھ ریجن کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ 20 ستمبر بروز منگل Croydon میں ایک مجلس سوال جواب کا انعقاد کیا جس کا عنوان تھا Teachings of the Holy Qur'an & Global Peace صدارت نائب صدر اول ڈاکٹر اعجاز الرحمان صاحب نے کی اور سوالوں کے جوابات مکرم امام عطاءالمجیب صاحب راشد نے دیئے۔ ہال کے اندر ہی ایک نمائش بھی لگائی گئی تھی جسے شامل ہونے والے مہمانوں نے بہت پسند کیا۔ غیر از جماعت مہمانوں کی تعداد 37 تھی۔ الحمدللہ

سکاٹ لینڈ ریجن کے تحت مورخہ 8 اکتوبر بروز ہفتہ گلاسگو کے نواحی علاقہ جونسٹن میں "Peace Conference" کے موضوع پر ایک مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا جس کی صدارت مکرم نائب صدر اول ڈاکٹر اعجاز الرحمان صاحب نے کی۔ مکرم قریشی داؤد احمد صاحب ریجنل مشنری نے جماعت کا تعارف پیش کیا اور سوالات کے جوابات مکرم مولانا عطاء المومن صاحب مربی سلسلہ نے دیئے۔ اہم مہمانوں میں ایک Scotish ممبر پارلیمنٹ اور ایک چیف پولیس افسر نے جماعت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ چرچ لیڈرز نے بھی شرکت کی۔ 54 غیر از جماعت مہمان شامل ہوئے۔ اکثر مہمانوں نے جماعت کی امن کے لئے کی جانے والی کوششوں کو سراہا اور انسانیت کی فلاح کے لئے جماعتی خدمات کی تعریف کی۔ الحمدللہ

ایک ضروری درخواست

تمام زعماء اعلیٰ و ریجنل ناظمین انصاراللہ سے درخواست ہے کہ اپنے ریجن کی تمام مجالس کی تبلیغی مساعی سے متعلقہ رپورٹ باقاعدگی سے بھجوائیں تاکہ "انصارالدین" میں اس کی اشاعت کروائی جاسکے۔ جس سے تبلیغ میں حصہ لینے والوں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ رپورٹ کے ساتھ تبلیغی پروگراموں کے موقع پر بنائی گئی میعاری تصاویر بھی بھجوائی جائیں۔

Please E-Mail your Tabligh Reports & Pics.:

Tabligh.Ansar@gmail.com

(رپورٹ مرتبہ: شکیل احمد بٹ۔ قیادت تبلیغ مجلس انصاراللہ یوکے)

ارشادات حضرت مُصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ
《از قیادت تحریک جدید مجلس انصاراللہ برطانیہ》

تحریک جدید کی غرض وغایت

''تحریک جدید کی غرض بھی یہی ہے کہ وہ لوگ جو اس کے چندہ میں حصہ لیں، خدا ان کے ہاتھ بن جائے، خدا ان کے پاؤں بن جائے، خدا ان کی آنکھیں بن جائے اور خدا ان کی زبان بن جائے اور وہ ان نوافل کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے ایسا اتصال پیدا کرلیں کہ ان کی مرضی، خدا کی مرضی، ان کی خواہشات، خدا کی خواہشات ہو جائیں''۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۰۲ جون ۱۴۹۱ء)

تحریک جدید کے ذریعہ قرب الٰہی کا حصول

''پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے قرب میں آگے بڑھنے کا تحریک جدید کے ذریعہ جو عظیم الشان موقع عطا فرمایا ہے، اس کو ضائع مت کرو۔ آگے بڑھو اور خدا تعالیٰ کے ان بہادر سپاہیوں کی طرح، جو جان اور مال کی پرواہ نہیں کیا کرتے، اپنا سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دو اور دنیا کو یہ نظارہ دکھا دو کہ بیشک دنیا میں دنیوی کامیابیوں اور عزتوں کے لئے قربانی کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں۔ لیکن محض خدا کے لئے قربانی کرنے والی جماعت، آج دنیا کے پردہ پر سوائے جماعت احمدیہ کے اور کوئی نہیں۔ اور وہ اس قربانی میں ایسا امتیازی رنگ رکھتی ہے، جس کی مثال دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہیں کر سکتی''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 نومبر 1943ء)

کیا آپ بابرکت تحریکات
تحریک جدید اور وقف جدید
میں شمولیت فرما چکے ہیں؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان فرما چکے ہیں۔ جبکہ وقف جدید کا سال چند روز میں ختم ہونے والا ہے۔ اگر آپ نے ابھی تک امسال کا تحریک جدید کا وعدہ نہیں لکھوایا یا اس سال کا وقف جدید کا وعدہ ابھی تک پورا نہیں کیا تو براہ کرم اپنے زعیم حلقہ سے رابطہ فرمائیں

ذیل میں مجلس انصاراللہ برطانیہ کے اُن اراکین کے اسماء شامل اشاعت کئے جا رہے ہیں جنہوں نے تعلیمی پرچہ نمبر دو میں عمدہ کارگزاری پیش کی۔ انصار اور اُن کی مجالس کے لئے اللہ تعالیٰ یہ اعزاز مبارک فرمائے۔

مجلس پرسٹن

ظفر اللہ جمال صاحب + مبشر احمد قریشی صاحب + داؤد احمد پیر صاحب۔

مجلس بلیک برن

عبدالسمیع صاحب + حفیظ احمد صاحب + عبدالحمید گلزار صاحب۔

مجلس مانچسٹر نارتھ

عبدالمتین صاحب + محمد امجد صاحب + رشید احمد چوہدری صاحب + مبشر احمد خالد صاحب۔

مجلس ساؤتھ ہال

مظفر احمد صاحب + نور احمد بٹ صاحب + مودود احمد رانا صاحب + میاں احمد حسن صاحب + سید صادق المرسلین شاہ صاحب + عمر خان صاحب + محمود احمد صاحب۔

مجلس مچم

ناظم رسول بٹ صاحب + ناصر احمد ملک صاحب + سلیمان محمد صاحب + عبدالباسط صاحب + حافظ فرقان صاحب + خالد احمد صاحب۔

مجلس پٹنی

سعید احمد سہگل صاحب + مبارک احمد شاہد صاحب + اسد ملک صاحب + عزیز احمد طاہر صاحب + طاہر احمد تنویر صاحب + طاہر محمود صاحب + عبدالرشید شاکر صاحب + رشید احمد صاحب + سراج دین صاحب + امتیاز احمد صاحب + مبشر احمد ریحان صاحب + رفیع احمد صاحب + منصور احمد شاہ صاحب (نائب امیر یوکے) + منیر احمد سنوری صاحب + طارق احمد صاحب + خواجہ طاہر احمد صاحب + سید سفیر حسین صاحب + جاوید بصیر صاحب۔

مجلس بالھم

نصیر احمد عابد صاحب + عطاء القادر طاہر صاحب + حبیب الرحمٰن غوری صاحب + عباس احمد صاحب + عبدالحمید باجوہ صاحب + شاہد مجبوب صاحب + مظفر احمد صاحب + طارق محمود باجوہ صاحب۔

مجلس ٹوٹنگ

عبدالماجد صاحب + عبدالشکور خان صاحب + بشارت احمد صاحب + دین محمد صاحب + اعجاز احمد شاہد صاحب + امتیاز احمد صاحبزادہ صاحب + محمد خان مجوکہ صاحب + محمد جمیل انور صاحب + شیخ مظفر احمد صاحب + ڈاکٹر نسیم احمد صاحب + رحیم بخش ملک صاحب + طاہر محمود گوندل صاحب + تنویر الدین احمد خان صاحب + توقیر احمد صاحب + ظفر محمود نور صاحب۔

مجلس مسجد ویسٹ

محمد افضل صاحب + مبشر احمد گوندل صاحب۔

نوٹ: تعلیمی پرچہ نمبر 2 کے سوالات کے جواب گزشتہ شمارہ میں شامل اشاعت کئے جا چکے ہیں۔

اَنصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

''سفرحیات''

پیش نظر کتاب ''سفر حیات'' ایک خودنوشت سوانح ہے جو ایک قادرالکلام اور منفرد طرز کے انشاء پرداز محترم مسعود احمد خانصاحب دہلوی کے قلم کا شاہکار ہے۔ سلیس اور رواں تحریر مصنف کی ذاتی شاندار زندگی کی عکاسی کرنے کے علاوہ جماعت احمدیہ کی تاریخ کے حوالہ سے بھی کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے آگے بڑھتی ہے اور قاری کے ذہن میں جذب ہوتے ہوئے دلچسپی میں اضافہ کرتی چلی جاتی ہے۔ 1920ء میں پیدا ہونے والے محترم خان صاحب کی زندگی کا اہم ترین موڑ وہ تھا جب آپ نے دنیاوی ترقی کی دوڑ میں نمایاں سبقت حاصل کرنے کے باوجود اپنے والد محترم کی خواہش پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگی وقف کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اِس کتاب کے کئی مضامین ایسے ایمان افروز ہیں جنہیں پڑھنے کے بعد نہ صرف فاضل قلمکار کی ذات کے ایسے پاکیزہ گوشوں کی عکاسی ہوتی ہے جنہیں احمدیت کی تعلیم نے گویا چار چاند لگادیئے بلکہ اُس زمانہ کے احمدیوں کی شاندار ایمانی حالت سے اُن کا ماحول بھی نورانی روشنیوں سے منور نظر آتا ہے۔

A5 سائز کے پانچ سوصفحات پر مشتمل یہ مجلد کتاب دلچسپ مضامین کے علاوہ ظاہری طور پر بھی دیدۂ زیب ہے۔ ٹائٹل سادہ مگر جاذب نظر ہے۔ اِس کتاب کی تعریف میں یہ کہنا یقیناً بجا ہے کہ اسے پڑھنا آپ کی زندگی میں پیش آنے والے کئی روزمرّہ مسائل میں راہنمائی بھی فراہم کرسکتا ہے۔ ذیل میں ''سفرحیات'' سے محض چند جھلکیاں آپ کی نذر ہیں۔ امرواقعہ یہی ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ ایک بار شروع کرلیا جائے تو پھر اختتام تک پہنچائے بِنا اِس کا ترک کرنا ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

....

1936ء میں میٹرک کے امتحان میں شرکت کے لئے مَیں نے اپنا نام ''مسعود احمد احمدی'' درج کیا تو ٹیچر نے کہا کہ ذاتیں شناخت کا ذریعہ ہوتی ہیں اس لئے تم احمدی کی بجائے خان لکھو۔ مَیں نے کہا کہ میرا احمدی ہونا ہی میری شناخت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میٹرک کی سند کا نام ہرجگہ چلتا ہے اور اس طرح احمدی کا لفظ تمہارے نام کا مستقل جزو بن جائے گا اور احمدیوں کے خلاف تعصب کی وجہ سے اس طرح تمہیں ملازمت کے حصول میں دقت پیش آسکتی ہے۔ مَیں نے کہا کہ رازق خدا ہے اور اُس نے جو رزق میرے لئے مقرر کر چھوڑا ہے وہ بہر حال مجھے مل کر رہے گا۔

میرے استاد نے میری بات کو میری نادانی پر محمول کیا اور اگلے روز میرے والد کو سکول بلاکر ساری بات اُن سے کہہ دی۔ والد صاحب نے فرمایا کہ یہ تو صحیح ہے کہ ہم احمدی ہیں لیکن ہر احمدی کے لئے ہرگز ضروری نہیں ہے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ ''احمدی'' کا اضافہ کرے۔ لیکن چونکہ آپ نے اس خدشہ کا اظہار کیا ہے کہ نام میں اس اضافہ سے ملازمت کے حصول میں دقت پیش آسکتی ہے اس لئے اب مَیں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ مسعود احمد احمدی ہی نام درج کیا جائے۔ اس پر محترم استاد بہت حیران ہوئے اور فرمایا کہ واقعی آپ لوگوں کا ایمان بصیرت پر مبنی ہے اور مَیں اس میں مزاحم ہونے کی جرأت نہیں کرسکتا۔

....

سکول کی فضا مذہبی تعصب سے پاک تھی البتہ عربی اور اردو کے استاد محترم مولوی عبدالخالق صاحب جو قادیان کے ہی رہنے والے تھے، احمدیت کی مخالفت کا کوئی نہ کوئی پہلو نکال لیا کرتے تھے۔ جب مَیں اپنی بساط کے مطابق اُن کے اعتراض کا جواب دیتا تو مجھے ڈانٹ کر خاموش کرادیتے لیکن دوسرے طلباء سے یہ ضرور کہتے کہ چھوٹی عمر میں اپنے عقائد اور مسائل کا جتنا علم اس قادیانی کو ہے اتنا علم تم میں سے کسی کو نہیں، تم سب اس معاملہ میں کورے ہو۔

ویسے اُن کی طرف سے احمدیت کی مخالفت اپنی جگہ تھی لیکن مجھ پر بحیثیت شاگرد شفقت اپنی جگہ۔ ایک دفعہ مَیں نے اُن سے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں اُن کے اساتذہ کے بارہ میں دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ آج تُو نے بہت ہی ٹیڑھا سوال کیا ہے، تُو مجھ سے اپنے بزرگوں کی تعریف کروانا چاہتا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یوں تو سب اساتذہ ہی بہت لائق، شریف النفس اور ہمدرد تھے لیکن مولوی شیر علی صاحب کا مجھ سمیت سارے طلباء ہی بہت احترام کرتے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں ایک روحانی انسان تھے، ہر وقت ذکرالٰہی میں مشغول رہتے۔ اوّل تو وہ سزا نہیں دیتے تھے لیکن اگر کسی طالبعلم کو سزا دینی ہی پڑتی تو وہ مٹھی بند کرکے اُسے بند انگلیوں کے رُخ پیٹھ پر آہستہ سے مُکّہ مارتے اور ساتھ ہی دھیمی آواز میں کہتے: اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ان کی اس روحانی ادا کا ہم پر عجیب وغریب اثر ہوتا اور ہم پوری کوشش کرتے کہ ہم انہیں کوئی شکایت کا موقع نہ دیں۔

ایک بار اردو پارک دہلی میں مجلس احرار کے جلسہ میں عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مرزا صاحب کی کوئی ایک پیشگوئی بھی پوری نہیں ہوئی۔ جب اس دعویٰ کا ذکر کسی استاد نے سکول میں آکر کیا تو ایک دوسرے غیراحمدی استاد محترم محمد ہاشم خان صاحب کہنے لگے کہ شاہ جی کی یہ بات درست نہیں ہے۔ مَیں نے لیکھرام کی ہلاکت کے متعلق مرزا صاحب کی پیشگوئی کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ مَیں علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی اور لیکھرام کی ہلاکت اور اسلام کی صداقت کو آشکارا کرنے کا موجب بنی۔

....

ڈویژنل اکاؤنٹنٹ کی ٹریننگ کے لئے منتخب ہونے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ مَیں بالکل ایک نئی دنیا میں آوارد ہوا ہوں جہاں رشوت کی اس قدر بھرمار ہے کہ ہر شخص ڈکار لئے بغیر حرام کھانے پر تلا ہوا ہے۔ کیشیئر ہر ٹھیکیدار کی لاکھوں کی رقم میں سے مخصوص حصہ وضع کرلیتا اور ساری رقم مہینہ کے آخر میں سارے سٹاف میں تقسیم کردی جاتی۔ اس کے علاوہ چپڑاسی اور خاکروب وغیرہ بھی ٹھیکیداروں کے پیچھے ہاتھ پھیلائے بھاگ رہے ہوتے۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جس طرح قصائی کی دکان کے آگے کتا زمین پر بیٹھا زبان نکالے چھیچھڑوں کے انتظار میں ہانپ رہا ہوتا ہے اسی طرح دفتر میں افسر سے لے کر معمولی ملازم تک رشوت کے انتظار میں زبان نکالے ہانپ رہا ہے اور ہر چھیچھڑے پر جھپٹتا ہے۔ مجھے اس سارے منظر سے بےحد وحشت ہوئی اور مَیں لاحول پڑھتا رہتا۔ میرے وہاں جانے کے بعد پہلی بار جب رقم تقسیم ہونے لگی تو ایک بوڑھے کیشیئر دیوی لال (جو کٹر آریہ تھا) نے کہا کہ نئے اکاؤنٹنٹ کے سامنے رشوت کا نام بھی نہ لینا، وہ احمدی ہے اور احمدی رشوت بالکل نہیں لیتے، اگر اُس کو رشوت کی رقم دی تو وہ ہم سب کو پھنسوادے گا اور اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس طرح اس کا اپنا بھی کباڑا ہوجائے گا...... مجھے ایک بہت نوآموز کلرک ملا ہوا تھا۔ ایک روز اُس نے ڈرتے ڈرتے بتایا کہ اُس نے ایک ٹھیکیدار سے دس روپے لئے ہیں۔ وہ میری ناراضگی سے ڈر بھی رہا تھا۔ مَیں فوراً سمجھ گیا کہ اُس نے میرا نام لے کر یہ رقم اُس سے لی ہے۔ مَیں نے ٹھیکیدار کو بلاکر پوچھا کہ کیا کلرک نے میرا نام لے کر اُس سے رشوت لی ہے؟۔ اُس نے بتایا کہ اِس نے آپ کا نام لے کر کہا تھا کہ انہوں نے کہا ہے کہ سردار جی سے دس روپے لے آؤ۔ جبکہ دیوی لال نے مجھے پہلے ہی بتادیا تھا کہ نئے اکاؤنٹنٹ احمدی ہیں اور انہیں کبھی

رشوت دینے کی کوشش نہ کرنا۔ اس لئے جب کلرک نے دس روپے مانگے تو مَیں سمجھ گیا کہ اسے خود پیسوں کی ضرورت ہے اور آپ کا نام لے کر رقم ہتھیانا چاہتا ہے اس لئے مَیں نے اسے کہا کہ تجھے پیسے چاہئیں تو تُو مجھ سے پیسے لے لے لیکن نئے اکاؤنٹنٹ کا نام نہ لے، وہ رشوت ہرگز نہیں لیتے اور اگر انہوں نے رشوت لینی ہی ہوتی تو وہ اتنی سی رقم کبھی نہ مانگتے۔ یہ کہہ کر مَیں نے اسے دس روپے دیدیئے۔ سردار جی سے مَیں نے کہا کہ مَیں اِس سے دس روپے آپ کو واپس دلوا دیتا ہوں تو وہ کہنے لگا کہ پھینکی ہوئی ہڈی کتے کے منہ سے چھیننے کے لئے انسان کو خود بھی کتا بننا پڑتا ہے، چھوڑیں، اگر وہ حرام کھاتا ہے تو کھاتا پھرے۔ پھر مَیں نے اس ہندو کلرک کو خوب جھاڑ پلائی اور چار روپے اُسے دے کر اُس سے تین تین روپے سیکشن کے چپڑاسیوں کو دلوائے۔

کتاب میں خصوصیت سے دو ایسی خواتین کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی خوبیوں کے اَنمٹ نقوش فاضل مصنف کی ذات پر مرتب کئے۔ ایک آپ کی والدہ اور دوسری اہلیہ۔

مَیں کالج کے پہلے سال میں ہی تھا کہ مجھے اپنی والدہ محترمہ امۃ المغنی شمیم کی وفات کے صدمۂ عظیم سے دوچار ہونا پڑا۔ اُن کی وفات محض میری ماں کی وفات نہیں تھی بلکہ غیر معمولی طور پر ایک بہت ہی باصلاحیت عظیم خاتون کی وفات تھی جس نے لجنہ اماء اللہ دہلی کے قیام کے ابتدائی سالوں میں اسے مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے، فعال بنانے اور مقبول بنانے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تھے۔

امۃ المغنی شمیم صاحبہ کو باقاعدہ کسی سکول میں داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا لیکن نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اَن پڑھ یا غیر تعلیم یافتہ تھیں۔ انہوں نے زمانہ کے شرفاء کے گھرانوں کے رواج کے مطابق گھر پر اردو اور فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اردو پڑھنے اور لکھنے میں اچھی خاصی مہارت تھی اور مضامین لکھنے کے علاوہ دینی نظمیں بھی کہہ لیا کرتی تھیں۔ موقع اور محل کی مناسبت سے مؤثر تقریر کرسکتی تھیں۔ گھر داری، سلیقہ شعاری اور تربیتِ اولاد کے اوصاف سے پوری طرح مزیّن تھیں۔ دوسروں کی خیرخواہ تھیں اور اپنے حسن سلوک کے ذریعہ خاندانی رشتہ داری کے بندھنوں کو مضبوط کرنے کے فن میں انہیں یدطولیٰ حاصل تھا۔

تربیت اولاد کے ضمن میں اُن کے کچھ بنیادی اصول تھے جن پر وہ سختی سے کاربند رہیں۔ پہلا اصول یہ تھا کہ وہ اعتدال سے ہٹے ہوئے بےجا لاڈ پیار کی شدید مخالف تھیں۔ اولاد سے انہیں بھی ہر ماں کی طرح شدید محبت تھی لیکن مَیں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مجھ سمیت اپنے کسی بچے کو گود میں لے کر انہوں نے چُوم چُوم کر ''مَیں صدقہ جاؤں، واری جاؤں'' وغیرہ الفاظ اپنی زبان سے ادا کئے ہوں۔ وہ بچوں کے ساتھ محبت اور احترام سے پیش آتیں اور اُن کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتیں۔ لیکن اس بات کی شدید مخالف تھیں کہ محبت کے جذبہ سے مغلوب ہوکر بچے کی بےجا، ناواجب اور ناروا ضد کو پورا کیا جائے اور یہ سمجھ کر کہ بچہ بڑا ہوکر خود ٹھیک ہوجائے گا اس معاملے میں تساہل سے کام لیا جائے۔ تیسرا اصول یہ تھا کہ وہ مار پیٹ سے کام لینے یا بچے کو بُرا بھلا کہنے اور کہے جانے کی شدید مخالف تھیں۔ اگرچہ سمجھانے بجھانے سے نہ ماننا اور اپنی ناواجب ضد پر اڑا رہتا تو وہ صرف ایک یہ سزا دینے کی قائل تھیں کہ اس کو اس وقت تک کھانا نہ دیا جائے جب تک وہ اپنی ضد سے باز نہ آجائے۔ اپنے اس اصول پر سختی سے کاربند رہ کر اور بے جا نرمی نہ دکھا کر وہ ضدی سے ضدی بچے کو رام کر لیا کرتی تھیں۔ چوتھا اصول یہ تھا کہ وہ تمام بچوں کو ایک نظر سے دیکھا کرتی تھیں۔ اس بات کا تو وہ خاص خیال رکھا کرتی تھیں کہ چھوٹے بچے اپنے بڑے بہن بھائیوں کا ادب کریں لیکن وہ خود اُن کے ساتھ محبت پیار کے سلوک میں چھوٹوں اور بڑوں کے درمیا کوئی تفریق روا نہ رکھتی تھیں۔ ان کا یہ اصول بھی بہت بڑی حکمت پر مبنی تھا اور وہ حکمت یہ تھی کہ کسی بچے میں احساس کمتری پیدا نہ ہونے پائے۔ ہم بہن بھائیوں کے آپس کے چھوٹے چھوٹے جھگڑے روزانہ ہی اُن کے سامنے پیش ہوتے تھے اور وہ ایک منصف کی حیثیت سے اس کا ایسا فیصلہ فرماتیں کہ جھگڑنے والے دونوں بچے اپنی اپنی جگہ خوش ہوجاتے۔ پانچواں اصول یہ تھا کہ بچوں کی خاطر خواہ تربیت کے لئے ماں باپ کا ایک دوسرے کے ساتھ مثالی سلوک ہونا ازبس ضروری ہے۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ جو میاں بیوی ایک دوسرے کا احترام نہیں کرتے وہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت کر ہی نہیں سکتے۔ ہمارے والدین کا ایک دوسرے کے ساتھ سلوک اس درجہ مثالی تھا کہ دوسرے گھرانے باہمی حسن سلوک کے ضمن میں ہمارے گھر کا بطور مثال تذکرہ کیا کرتے تھے۔

1940ء میں میری شادی کردی گئی۔ میری اہلیہ سلیمہ بیگم میری پھوپھی زاد تھیں اور رشتہ میں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی بھتیجی تھیں۔ اس شادی کا بظاہر کوئی امکان نہ تھا اس لئے کہ وہ مجھ سے عمر میں تین سال بڑی تھیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ کی تجویز سے حضرت والد صاحب نے اتفاق کیا اور اس طرح 1942ء کے جلسہ سالانہ کے معاً بعد قادیان میں شادی ہوگئی۔ رخصتانہ کی تقریب میں حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے ہی دعا کروائی۔

شادی کو بمشکل دو سال ہی ہوئے تھے کہ حضرت والد صاحب نے اپنی ساری اولاد کو خدمت دین کے لئے وقف کردیا۔ مَیں اُس وقت اکاؤنٹنٹ جنرل سنٹرل ریوینیوز کے دفتر میں ایک روشن مستقبل کا تانا بانا تیار کر رہا تھا۔ اپنے والد صاحب کے فیصلے کو دل سے قبول کرتے ہوئے مَیں اپنی زندگی وقف کرنے کے لئے بالکل تیار تھا لیکن اس بارہ میں مَیں نے اپنی بیوی سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا کیونکہ اس فیصلے سے میری ہی نہیں اُن کی زندگی بھی متاثر ہونی تھی۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھیں اور بہت ناز و نعمت میں پل کر بڑی ہوئی تھیں۔ مجھے خطرہ تھا کہ اگر انہوں نے اس اقدام سے اتفاق نہ کیا تو بہت بدمزگی پیدا ہوگی اور نہ معلوم یہ عدم اتفاق کیا گل کھلائے۔ لیکن جب میں نے اُن سے پوچھا تو انہوں نے بلا تأمل کہا کہ اس نیک کام میں دیر نہ کریں، اگرچہ مَیں آسائش کی زندگی بسر کرنا چاہتی تھی لیکن آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ وقف کے بعد جو تنگی یا مشکل پیش آئی اُسے ہنسی خوشی برداشت کروں گی اور ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گی جس کا پورا کرنا ہم دونوں کی استطاعت سے بالا ہو۔

وقف کے نتیجہ میں ہمارا مالی تنگی سے دوچار ہونا لازمی تھا لیکن خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ میری یہ بندی اپنے عہد کو نبھانے میں کسقدر مستقل مزاج ہے مالی تنگی کے علاوہ اور کئی قسم کے امتحانوں میں سے اُسے گزارا۔ مثلاً پہلا امتحان تو یہی درپیش ہوا کہ زندگی وقف کرنے کے بعد قریباً تین سال بعد مجھے بلایا گیا جب مَیں ڈویژنل اکاؤنٹنٹ کی پُرکشش پوسٹ پر متعین ہونے کے مرحلہ تک جا پہنچا تھا۔ اُس وقت میرے قدموں میں وقتی طور پر خفیف سی ڈگمگاہٹ تو ضرور پیدا ہوئی لیکن بحمدللہ تعالیٰ جلد ہی سنبھل گیا لیکن سلیمہ بیگم نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر کہا کہ ہمیں جلد از جلد قادیان پہنچنے کی فکر کرنی چاہئے۔ سلیمہ بیگم کو دوسرا ابتلاء اولاد کی بیماری ہی نہیں بلکہ بیمار اولاد کی شکل میں آیا۔ زندگی وقف کرنے سے قبل ہمارے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بہت پیاری بچی تھی لیکن زندگی وقف کرنے کے بعد اسے ایک لاعلاج مرض لاحق ہوگیا اور وہ معذور ہوتی چلی گئی۔ پھر ایک بیٹی اَور پیدا ہوئی جو ایک سال تک مختلف عوارض میں مبتلا رہ کر فوت ہوگئی۔ نظر یہی آرہا تھا کہ آئندہ بھی ایسی ہی کمزور اولاد پیدا ہوگی۔ اس کے باوجود میری بیوی نے قادیان سے بلاوا آنے پر کہا کہ ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں غربت کی زندگی اختیار کرنے کو ترجیح دے رہے ہیں وہ خود ہمارے اخراجات کا کفیل ہوگا اور وہ ہمیں صحت مند اولاد عطا کرنے پر بھی قادر ہے۔ میری بیوی نے وقف کا عہد نبھانے میں بہت خوشدلی سے میرا پورا ساتھ دیا۔ علاوہ مالی تنگی برداشت کرنے کے انہوں نے بیمار اولاد کے علاج اور تیمارداری میں بہت محنت اٹھائی اور ان کی صحت یابی کے لیے بہت رو رو کر دعائیں کیں۔ آخر اللہ تعالیٰ کا جوش رحم میں آیا اور ایک دائم المرض بیٹے سلمان احمد خاں کو معجزانہ طور پر شفا عطا ہوئی اور پھر مزید

تین صحت مند بیٹے بھی عطا ہوئے۔ گو ایک بیٹا فوت بھی ہوا تاہم صبر کا دامن انہوں نے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ وقف کے بعد میری ڈیوٹی ایسی تھی کہ دن رات لکھنے پڑھنے میں مصروف رہنا پڑتا تھا اور اتنا وقت نہیں بچتا تھا کہ میں گھر کے کام کاج میں اپنی بیوی کا ہاتھ بٹاتا اور بیمار بچوں کے علاج معالجے اور تیمارداری میں حصہ لیتا۔ یہ سارے کام انہوں نے تن تنہا سرانجام دیئے۔ اُن کی زندگی گھرداری، ہسپتال کے چکروں، تیمارداری کی مشقتوں نیز دعاؤں اور عبادتوں سے عبارت تھی۔ دنیا کی کسی دلچسپی یعنی سیر وتفریح یا ضیافتوں اور شادیوں وغیرہ میں شرکت سے انہیں کوئی علاقہ نہ تھا۔ 43 سال تک ایک معذور بیٹی کی خدمت کرتی رہیں۔ ضعیفی میں اتنی مشقت جھیلنا ہر کسی کا کام نہیں جب تک خدا کسی کو صبر وشکر اور ہمت واستقلال کے اوصاف سے متصف نہ کرے۔

غرباء کے دکھ درد بانٹ کر خوش ہونا اور اسی میں راحت پانا اُن کی فطرت میں داخل تھا۔ دیہات کی غریب خواتین ان کے پاس کثرت سے آتیں۔ یہ اُن کے دکھ درد سنتیں اور استطاعت کے مطابق مدد کرتیں۔ غریب عورتیں چوری کے ڈر سے زیور یا رقم ان کے پاس رکھوا جاتیں۔ وہ اِن کی بہت حفاظت کرتیں اور مطالبہ پر فوراً لوٹا دیتیں۔ ایسی ہی غریب عورتوں میں سے ایک بیوہ عورت راحمو نامی تھی۔ اُس کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ وہ گولبازار میں پرچون کی دکانوں پر گندم صاف کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالتی تھی۔ میری بیوی نے اُسے کہہ رکھا تھا کہ وہ دوپہر کو ہمارے گھر آ کر آرام کر لیا کرے۔ وہ اس قدر غریب اور مسکین تھی کہ اکثر دوپہر کو کھانے کے لئے اس کے پاس کچھ نہ ہوتا اور بھوکی ہی لیٹ رہتی۔ میری بیوی اُس کی حالت سے اندازہ لگا لیتیں اور روٹی پکا کر اُسے کھانا کھلاتیں۔ محنت کر کر کے اور بھوکی رہ رہ کر وہ بیمار رہنے لگی۔ میری بیوی نے اس کا ہسپتال میں بہت علاج کروایا مگر وہ جانبر نہ ہو سکی۔ مرتے وقت اس نے وصیت کی کہ میری ربوہ والی بہن کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ وہ میرے کفن دفن میں ضرور شریک ہو۔ چنانچہ اطلاع ملنے پر وہ اس کے گھر گئیں۔ جو مدد کر سکتی تھیں کی اور پھر اُس کے بچوں کی اس وقت تک خبر گیری کرتی رہیں جب تک کہ راحمو کا بڑا بیٹا اور بیٹی جوان ہو کر اپنے گھر بار کے نہ ہو گئے۔

میری بیوی کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ پکی موحد تھیں۔ اپنی بیمار اولاد کے علاج کے سلسلہ میں وہ دواؤں کے علاوہ بہت دعائیں کرتیں اور بزرگوں سے کرواتیں۔ وہ شافی مطلق صرف خدا تعالیٰ کو سمجھتیں۔ دیہاتی اَن پڑھ عورتیں اِن کے پاس کثرت سے آتیں اور اکثر اِن سے کہتیں کہ فلاں گاؤں میں فلاں ولی کے مزار پر منت مان تیرے بچے کو شفا ہو جائے گی۔ میری بیوی اُنہیں سمجھاتیں کہ یہ باتیں شرک ہیں، زندگی اور موت خدا کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو قریب المرگ کو بھی زندگی سے مالا مال کر سکتا ہے۔ صرف اُسی سے دعا کرنی چاہئے، اسے منظور ہوگا تو میری بچے کو ضرور شفا ہو جائے گی۔ ایک دفعہ ایک عورت از راہ ہمدردی کسی مزار کی مٹی لائی اور بہت منت سماجت کی کہ اس مٹی کا لیپ اپنے بیمار بیٹے کے ماتھے پر کر دے یہ ٹھیک ہو جائے گا۔ میری بیوی نے کہا اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے مَیں اس شرک کی ہرگز مرتکب نہیں ہوں گی۔ میرے بیٹے کو شفا عطا کرے گا تو صرف خدا عطا کرے گا ورنہ یہ خدا کی امانت ہے جب چاہے وہ واپس لے لے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور اس درد سے دعائیں کیں کہ بے حال ہو گئیں آخر خواب میں دیکھا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تشریف لائے ہیں اور وہ فرماتے ہیں درود پڑھ پڑھ کر دَم کیا کرو بچہ صحت یاب ہو جائے گا۔ چنانچہ میری بیوی نے اس ہدایت پر بھی عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اُس بچے کو معجزانہ شفا عطا فرمائی۔ پھر اُسے کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود یورپی بنک میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز کیا۔ بعد ازاں 43 سال کی عمر میں اُسے خدا نے اپنے پاس بلا لیا تو میری بیوی نے اُس کی وفات پر بھی کمال صبر کا نمونہ دکھایا۔

سلیمہ بیگم کی ایک اور خوبی یہ تھی کہ انہیں جھوٹ سے شدید نفرت تھی۔ سچی اور حق بات کے اظہار سے وہ رُک نہیں سکتی تھیں اور جھوٹ کی تائید کرنا ان کے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔ چنانچہ کئی لوگ اُن سے ناراض ہو جاتے تھے لیکن سچ بولنے کے معاملہ میں انہوں نے کسی کی ناراضگی کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ 1953ء کے فسادات کے وقت جب کرشن نگر میں ہمارے گھر پر حملہ ہوا اور ہزاروں لوگ گھر کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونے کی کوشش کرنے لگے تو خاندان کے اکثر افراد صحن میں جمع ہو گئے۔ چھوٹے بچے بڑوں کی ٹانگوں سے لپٹ لپٹ کر رو رہے تھے۔ ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ ہم سب کمال بے بسی کے عالم میں دعاؤں میں مصروف تھے۔ مکان کی بالائی منزل میں رہنے والوں نے اوپر سے پکار پکار کر التجا کی کہ تم وقتی طور پر محض زبان سے اپنے احمدی نہ ہونے کا اعلان کر دو تو تم سب کی جانیں بچ جائیں گی۔ ہم سب نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اُس وقت میری بیوی نے للکار کر کہا یہ ایمان کا معاملہ ہے ایسی بات اپنی زبان سے پھر نہ کہیں، اپنی ہمدردی اپنے پاس رکھیں اور ہمیں مر جانے دیں۔ اور ساتھ ہی روتے اور بلکتے ہوئے بچوں کو مخاطب کر کے کہا بچو مت روؤ ہمارا خدا قادر خدا ہے، وہ قادر مطلق ہے، ہم مظلوم ہیں اور وہ ظالموں کے پنجہ سے ہمیں ضرور نجات دے گا۔ میری بیوی نے یہ الفاظ اس قدر گرجدار آواز میں کہے کہ بالائی منزل سے جھانکنے والوں اور باہر کھڑے حملہ آوروں نے بھی انہیں سنا اور وہ کسی قدر دھیمے پڑ گئے۔ اُس لمحے ایک پہلوان نما بوڑھا بابا تولا آگے آیا اور اس نے حملہ آوروں کو بہت لعن طعن کی اور کہا او بے غیرتو! تمہیں عورتوں اور بچوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے شرم نہیں آتی خبردار کسی نے کسی عورت یا بچے کو ہاتھ بھی لگایا۔ دراصل ایک اعلیٰ افسر صاحب نے اسے بھیجا تھا کہ وہ کسی طرح عورتوں اور بچوں کو نکال کر اُن کے گھر لے آئے وہ اور اُن کے بیٹے لائسنس یافتہ اسلحہ سے ان کی پوری حفاظت کریں گے۔ چنانچہ مکان کی عقبی دیوار کے ساتھ سیڑھی لگا کر وہ عورتوں اور بچوں اور دو مردوں کو وہاں سے نکال کر لے گیا اور انہیں اعلیٰ افسر کے مکان میں جس کے دروازوں پر لوہے کے مضبوط جنگلے لگے ہوئے تھے پہنچا دیا۔ اس کے بعد مجمع یہ کہتا ہوا منتشر ہو گیا کہ رات کو ہم مرزائی مکینوں کو موت کے گھاٹ اتار کر مکان کو آگ لگا دیں گے۔ لیکن رات سے پہلے پہلے شہر میں کرفیو لگ گیا اور مسلح فوجیوں کا گشت شروع ہو گیا اور حملہ آوروں کا منصوبہ خاک میں مل کر رہ گیا۔ دو روز بعد امن بحال ہونے پر بابا تولا اپنی نگرانی میں ہمیں واپس لے آیا اور اردگرد کے تمام لوگوں سے کہا کہ یہ لوگ خدا کے بعد اب میری حفاظت میں ہیں۔ اگر کسی نے ان کی طرف ٹیڑھی نظر سے بھی دیکھا تو پھر مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔

خدا نے میری بیوی کو جس جرأت سے ظالموں سے مخاطب ہونے کی توفیق عطا فرمائی اس نے خون آشام حملہ آوروں کو خوف زدہ کر کے رکھ دیا۔ اس خدا نے ظاہر کر دکھایا کہ وہ ایک صاحب ایمان، باہمت اور باغیرت احمدی خاتون ہے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کا مقابلہ کرنے کی پوری جرأت رکھتی ہے۔

میں اپنے ذاتی مشاہدہ کی بناء پر اعلیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ وہی واقفین زندگی وقف کے عہد کو نبھانے میں کامیاب ہوتے ہیں جن کی بیویاں اپنے عمل و کردار سے ثابت کر دکھاتی ہیں کہ وہ بھی اپنے شوہروں کے شانہ بشانہ اپنی دنیوی ضروریات اور خواہشات کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار ہیں۔ میں متعدد ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جنہوں نے بڑے اخلاص کے ساتھ اپنی زندگیاں وقف کیں لیکن اپنی بیویوں کے عدم تعاون کی وجہ سے وہ وقف کو نبھا نہ سکے اور اُن کی بیویوں نے انہیں پھر دنیا کمانے پر مجبور کر چھوڑا۔ انہوں نے پھر دنیا کمائی اور خوب کمائی لیکن وہ حقیقی طمانیت سے محروم رہے اور ایک دائمی خلش سے چھٹکارا نہ پا سکے۔

میری باصلاحیت اور قربانی کا اعلیٰ نمونہ دکھانے والی یہ اہلیہ 3/مارچ 2005ء کو 88 سال کی عمر میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئیں۔

